

010

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

999

هذه هي الدنيا

Checked
1987

2854
5

عالم العالمين

مصنفہ علم العلماء ابو الفضل ارجاع علوم عقلی و نقلی حاوی مسائل فروعی و اصلی عالم عامل
فاضل کامل شیخ الفقہ سید الادب الحاج ابو العزیز الغریب العجیب من اتى الله بقلب سليم
وفی کل علم علیم حضرت مولانا وسیع الدین لوی سید ابوالفتح بن سید عباس رضوی صاحب قبلہ
رحمۃ اللہ علیہ عالم کامل مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند
حسب حق صاحب نایاب حسین علیخان صاحب ابن حکیم سید علی خاں حیدر آباد جنگ پور مرہوم
دوسرا سال ۱۳۲۴ھ

حسن و قیاس و علم و طبع و کسب

الف در کتاب فیال کرتا ہوں کہ کتاب خدا کے لکھے جانے کی غرض و حمایت سے محمد رسول

میں کتاب فیال کرتا ہوں کہ کتاب خدا کے لکھے جانے کی غرض و حمایت سے
میں اسلام کو مطلع کروں۔

واقعات یہ ہیں کہ نہایت مولوی محمد علی صاحب مداح ایک شیخی الہذب بزرگوار نے در باب
خصہ اصول دین و آئینہ کتاب مجاہد لہذا المستقیم مصروف بہ کتاب الاعتقاد بغرض رفاہ عام
تالیف کر کے شائع فرمایا جس پر جناب سجاد حسین صاحب رضوی سجاد نے مولف کو
فریاد تحریر طبع کر کے کتاب مذکور کے اہل مضامین کی طرف توجہ دلائے کہ جن پر عمل کر لئے
سے کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ مگر مولف نے صاحب موصوف سے جواباً
یہ فرمایا کہ مضامین کتاب سراط مستقیم غلط نہیں ہیں۔ حالانکہ کتاب مذکور میں ایک مقام پر
موصوف نے لکھا ہے جس کی عین عبارت یہ ہے ”جناب باری تعالیٰ عالم ہے
جسے اشیاء جزو کل خواہ وہ اشیاء موجود ہوں یا معدوم مگر معدوم کہ لیست بہ شئی ہے
اوس کا علم خداوند عالم کو نہیں ہے چنانچہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے
(ان الله بكل شئ عليم) اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر شئے کا علم خداوند عالم
کو ہے اور جو لیست بہ شئے ہے اس کا علم نہیں ہے، عبارت مذکورہ بالا کے
متعلق رضوی صاحب موصوف نے وار الاناس کے مدرسہ نظامیہ میں استقامت پیش
کیا جس پر جواباً لکھا گیا کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ رضوی صاحب نے
اسی ایک فتویٰ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو ہندوستان تک پہنچا دیا۔

علماء اہل حق فرمادے گا کہ یہ سائنسین کی ذہنی و فنی و لغوی وغیرہ نے بھی مسئلہ مذکور میں
صاف و تحریر فرمادیا کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے بلکہ یہ افسانہ فرمایا کہ اگر

اس کا مرتد فطری ہونا فرض کیا جائے تو اس پر یہ تہد کے حکام جاری کئے جائیں
الغرض جب فتاویٰ اسی شائع ہوئے اُس وقت مولوی مداح صاحب نے مسئلہ مذکور
کا پہلو بدلیا اور مضمون مذکور کے اس طرح اصلاح کر کے یعنی جو سعدوم کرپس نشی ہے
اس کا علم خداوند عالم کو مصداقاً نہیں ہے، اساتذہ کرام مدرسہ نظامیہ کے ملاحظہ میں
پیش کیا اور یہ بیان کیا کہ یہ میرا اعتقاد نہیں ہے بلکہ بعض علماء کے اقوال ہیں۔ مولف
صاحب کے اس بیان پر جناب مولانا مولوی سید ابراہیم صاحب قسملہ ادیب مدرسہ نظامیہ دیگر
اساتذہ کرام وغیرہ نے مسئلہ مذکور کی تصحیح صاحب موصوف کو ایک برت آمیز تحریر لکھ دی
اور باقی کتاب کے نسبت یہ رائے غلط قرار دی کہ علوم الناس کے لئے بہتر ہے۔ مداح صاحب
نے محض ایک برت آمیز تحریر چال کرتے ہوئے لکھے یہ بیان کیا تھا کہ اقوال علماء
ہیں میرا اعتقاد نہیں ہے مگر فی الحقیقت انکا وہی اعتقاد تھا اور اسوقت تک برابر اپنے
عقیدہ کے تائید میں پرچہ شائع کر رہے ہیں جب مداح صاحب کے عقیدہ کے
حقیقت حضرت ادیب صاحب قسملہ پر آشکار ہوئی اسوقت قسملہ مدوح نے اس بات کا
اعلان فرمایا کہ ”ہم اس عقیدہ میں مداح صاحب کے ہم خیال و زبان نہیں ہیں“
مسئلہ مذکور میں حسب ذیل علماء فریقین نے مداح صاحب موصوف کے عقیدہ کی
تائید کی ہے اور نہایت زور کیا ساتھ ہر ایک نے تقریر بھی لکھی ہے۔

جناب مولانا سید ابوبکر بن شہاب ناظر دارالعلوم جناب مولوی جمال الدین صاحب ہی مدرسہ نظامیہ کالج
مولوی محمد عبدالقدیر صاحب مدنی مدرسہ العلوم کالج سید ابوالحسن صاحب مدرسہ نظامیہ
محمد عبدالواسع صاحب سید احمد اللہ صاحب
سید اشرف صاحب شمسٹی شیخ عبد اللہ صاحب علم ربانی
شیر علی صاحب سید محمد حسن صاحب
سعید احمد حسین صاحب سید صدیق حسین صاحب مدرسہ نظامیہ کالج

جناب مولوی میر موسیٰ حسین صاحب جناب مولوی حکیم نثار حسین صاحب عظیم آبادی

جناب میر محمد مہدی خان صاحب جاگیر دار جناب شیخ علی اکبر صاحب شیروانی

یہاں بہ امر بھی قابل غور ہے کہ چند آباد کے عالم مسلم عند الکل جو فرقہ شیعہ اثناعشری کے تھے

جامع الشراکط ہیں یعنی حضرت مولانا مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ و جناب مولانا مولوی

سید غلام حسین صاحب قبلہ صدر العلماء کے تقاریر سے کتاب صراط مستقیم مزین

نہیں ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ صاحبان ممدوح انشان کتاب مذکور کے

مخالف ہیں۔ میں یہ ضرور کہہ دوں گا کہ جناب سید سجاد حسین صاحب رضوی نے ایک لازمی

حق اسلامی ادا فرمایا اور ایک عقیدہ فاسدہ سے اہل اسلام کو باز رکھنے میں کوئی دقیقہ فرو

گذاشت نہیں فرمایا سیکڑوں افتہارات راستوں پر چسپاں اور مومنین میں تقسیم فرما

تا کہ ہر شخص حقیقت نفس الامری سے اچھی طرح مطلع ہو جائے۔ خدا سے پاک رضوی

صاحب موصوف کو اس کے جزائے خیر عنایت فرمائے اور سب مسلمانوں کو ایک سید ہی

راہ ادب اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرمائے۔

نوٹ کتاب مذاحب خواہش جناب نواب میر حسین علیخان صاحب جاگیر دار ابن

جناب حیدر نواز جنگ مرحوم مغفور حضرت ادیب صاحب قبلہ نے تصنیف فرمائی ہے

خدا سے پاک سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت عطا فرمائے۔

اس میں شک نہیں جو شخص نفسانیت دھٹ و ہری سے علمدہ ہو کر کتاب ہذا کو

ملاحظہ کریگا یقیناً اسکو ایک سید ہی راہ ادب حاصل ہو جائیگی۔ امید کہ قبل ملاحظہ

حسب صحت نامہ منسلک کتاب ہذا کو مومنین درست فرمائیں گے فقط۔

محمد عبدالسلام خاں

تلمیذ ادیب صاحب ممدوح

کاتب سید عباس حسین

جناب مولوی میر موسیٰ حسین صاحب

صحت نامہ ہدایتہ المومنین

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۱	۲	الذی	۱۳	۸	پہلو بہ	۲۷	۳۷	تفسیری
۱	۳	حقبات	۱۴	۱۷	کیا	۲۷	۳۷	علم
۱	۹	نہیں	۱۵	۱۱	انہیں	۲۸	۳۵	حادث
۱	۱۲	ان کو انہیں	۱۶	۱۲	بنی	۲۸	۹	حدوث
۰	۱۳	کے	۱۶	۱۵	منطبق	۲۹	۹	کرنا
۲	۱	زمین پر فاسد	۱۷	۱	تہ	۲۹	۱۲	الہ سے
۲	۲	آئینہ	۱۷	۳	منطبق	۳۰	۶	سے گفتگو
۲	۳	پیدا	۱۷	۱۷	مطلق کا	۳۰	۱۲	بمطابق
۲	۱۲	عوام	۱۷	۱۹	وہ لغو	۳۱	۱۹	قصیدہ
۳	۵	مطلقاً	۱۹	۱	انہیں	۳۲	۱	قصیدہ
۳	۱۷	محیط ہوا و درہ	۲۱	۱۲	دیتے	۳۲	۲۰	غیم
۳	۱۷	جائز	۲۱	۱۵	وہ	۳۳	۱۰	محال کا وجود
۳	۱۰	دے	۲۲	۲۸	اور کلام	۳۳	۱۲	وجود حقیق
۳	۱۱	عدم	۲۳	۱	منطبق	۳۳	۱۸	اور نہ
۵	۲۱	خصوص	۲۳	۴	قریبہ	۳۴	۱۶	مغیرین
۴	۳۰	تمیز	۲۳	۱۳	مطابق	۳۴	۲۰	مطلقاً
۸	۱۱	جوارح	۲۳	۲	قاطع	۳۴	۲۱	باشریک
۸	۱۸	فرمایا کی	۲۴	۷	انہوں نے	۳۵	۴	بالا
۹	۵	جوارح	۲۴	۱۲	مستتر لکھم	۳۵	۹	زمین
۹	۱۱	زمین	۲۴	۲۱	خاصہ	۳۵	۱۷	قرآن کے
۹	۱۱	جوارح	۲۵	۵	ندردہ	۳۵	۱۸	مانتے
۹	۱۹	قدیر	۲۵	۸	دجہیں	۳۵	۱۸	نزدید
۹	۱۹	اوسران	۲۵	۱۰	مدات	۳۵	۱۰	میں ان کو
۱۰	۱	ہذا	۲۶	۱۶	تطلان	۳۶	۱۰	شریک
۱۰	۱	نزل	۲۷	۱۰	امکان	۳۶	۱۱	پندار اور
۱۲	۱۶	لا تاسے	۲۷	۱۱	تینوں	۳۶	۱۹	جبرئیل

صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح
۴۷	۷	ہوتا ہے	ہوتا ہے کہ	۴۸	۵	ہلاکت دیاس	ہلاکت دیاروس	۵۴	۱۸	اجلبہ	اجلبتہ
۳۷	۱۸	جیسے کہ	جیسی کہ	۴۸	۱۳	دوست وندیم	دوست وندیم	۵۴	۲۱	خلقت	حقیت
۳۸	۱۱	ظاہر ہے	ظاہر کرے	۴۸	۱۳	اسی	اسی	۵۵	۱	وجعلنا	واجعلنا
۳۹	۲۰	جو دیر	وہ جو	۴۸	۱۵	پاک	پاک کا	۵۵	۷	انہیں	ان ہی
۴۰	۱	کرتے تھے	کرتے ہو	۴۸	۱۶	ہی مقصود بنا	ہی مقصود تھا	۵۵	۱۰	وضع و وضع	وضع واضح
۴۰	۲	بت من	بت جن	۴۸	۲۱	سمجھ	سمجھی	۵۵	۱۲	مقنع کی	مقنعے
۴۰	۹	خط	حظ	۴۹	۹	السنتہ	السنثہ	۵۶	۱	اشی	الثنی
۴۱	۹	ہوتی	ہوتے	۴۹	۹	بالصلحین	بالصالحین	۵۶	۹	عدم وجود	عدم وجود
۴۱	۲۱	میسبت	مصبیب	۴۹	۲۰	بیت	کبیت	۵۶	۲۰	ازل	اول
۴۱	۲۱	لازمی	لازمی ہے	۵۰	۲	کر سکتے	کر سکتی	۵۶	۹	تھا	تھا
۴۲	۲	بنی	بنی	۵۰	۲	ارشاد	ارشاد	۵۸	۵	اپنا	سپر کا
۴۳	۳	لوزی	لوزی	۵۰	۸	متقدمین	متقدمین	۵۸	۱۲	نجدو	نجدو
۴۳	۶	لزوم و مقم	لزوم و مقم	۵۰	۱۵	اس	ان	۵۸	۱۷	اسکا شل	اسکا شل
۴۳	۷	مادرش	مادرش	۵۱	۳	ایسے	ایسے	۵۹	۲	علیہم	علیہ
۴۴	۳	ادیب ادیب	ادیب ادیب	۵۱	۱۲	قائم	قائم	۵۹	۱۱	سور	سور
۴۴	۳	رضوی	رضوی	۵۱	۱۶	ذات	ذرات	۵۹	۲۱	منہ	منہ
۴۴	۴	مرزۃ الاقدام	مرزۃ الاقدام	۵۱	۱۸	عقل محض	عقل	۵۹	۵۹	اخریہ	آخریہ
۴۴	۱۲	فی السواک	فی السواک	۵۱	۱۹	تعبیر	تعبیر	۶۰	۱	ظاہر یہ	ظاہر یہ
۴۵	۲	دونوں	دونوں	۵۱	۱۹	کے	سے	۶۰	۶	سید ہے	سید ہی
۴۵	۶	مروج	مروج	۵۲	۱۱	مقدس	مقدسین	۶۰	۷	جیبہ	جیبہ
۴۵	۸	دونوں	دونوں	۵۲	۱۳	ان سے	ان کی	۶۰	۱۰	العافر	العافر
۴۵	۱۶	دیر پھر	دیر پھر	۵۲	۱۸	بنو دا	بنو دا	۶۰	۲۰	مختصات	مختصات
۴۶	۷	نقص	نقص	۵۳	۹	ایسے جیسے	ایسے جیسے	۶۰	۲۰	مختصات	مختصات
۴۶	۸	تفرق	تفرق	۵۳	۱۱	حضور کم	حضور میں	۶۰	۲۰	مختصات	مختصات
۴۶	۲۰	عربی	عربی	۵۳	۱۶	ہوتا ہے	ہوتا ہے	۶۰	۲۰	مختصات	مختصات
۴۷	۱۶	اسطریق	اسطریق	۵۴	۷	کس کو	کس کو	۶۰	۲۰	مختصات	مختصات
۴۷	۱۸	جانتے ہیں	جانتے ہیں	۵۴	۱۳	جس	جس	۶۰	۲۰	مختصات	مختصات

محمد عبد السلام خاں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وسلاماً على من جاء به الذي صطلحوا به بعد فقيرته في كتابه علماء و اسلام
جناب باری کے محففات کو جاننے کے متعلق جو اس وقت علماء وقت میں
نزاع قائم ہے ناظرین کی خدمت میں حسب ذیل عرض پر دراز ہے کفار نے بتوں کو
جو مثل شمس و قمر و دیگر نجوم و لالت و غریبی و ہبل و منارات و جہاد است و نباتات و حیوانات
وغیرہ و مخلوقات الہی کو خواہ وہ ارضی ہوں یا سماوی اللہ جل شانہ کے شریک
یا اپنے ہر ایک امر میں شفعہ قرار دیتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ان کے ذریعہ
سے ان کے تمام کام انجام پاتے ہیں بکپوں کہ وہ تاثیر نفوس فلکی و ارضی کا شاہدہ
کرتے تھے اس لئے کل امور کو انہیں کے جانب منسوب کرنے لگے اور
باوجود اس کے اس امر کے بھی قائل تھے کہ آسمان و زمین وغیرہ کا خالق اللہ جل شانہ
ہی ہے۔ افلاک و ارض اور جو کچھ ان میں ہے وہ ہر ایک ہر ایک ہر ایک ہر ایک ہر ایک ہر ایک
اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے میں انہیں کوئی انکار نہ تھا اور یہ کچھ شمار و افعال ان کو انہیں
موجودات سے دکھائی دیتے تھے اور اصل فاعل کے فعل کی قطع نظر کرتے
مظاہر کو ان کے انہیں کوئی صحیح اطلاع نہ تھی اس لئے کمال شمار و افعال کو انہوں نے
مظاہر کو ان کی جانب منسوب کر کے ان مظاہر کو شریک حق سبحانہ تعالیٰ اور اپنے لئے
شفیع ہونے کے قائل ہو گئے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے خیال فاسد کو آپس -
(لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوا) (الْاِلَهَةُ الْاِلَهِاتِ) (لَسُبَّاتَا) سے وقف فرما دیا جبکہ ترجمہ یہ ہے کہ اگر خدا سے

حق کے سوا آسمان و زمین میں کوئی اور معبود ہونے تو البتہ آسمان و زمین میں فاسد ہو جاتے اور ہر ایک اپنا حکم چلانا چاہتا جس کی وجہ نظام عالم برقرار نہ رہتا۔ اس آئینہ کریمہ کے بعد کفار کو ایک اور شبہ بید ہونا ممکن تھا وہ یہ کہ ممکن ہے کہ ہر ایک مقناطیسی قوت کے ساتھ اپنے اپنے دائرہ میں رول کرے اور اسے جیسے کرے افلاک بر بنائے نظام جدید ہر ایک ستارہ اپنے آفتاب کے گرد گردش کر رہا ہے اور ہر ایک میں کوئی خلل واقع نہیں ہے اور کل ستارے اسی طرح اپنے اپنے کوز اطراف گھوم رہے ہیں اور باہم غیر متصادم ہیں اور نہ ان میں کوئی خلل آتا ہے اور ہر ایک کا نظام برقرار ہے اور سب کی سنبھال ایک مقناطیسی قوت پر ہے جسکی وجہ سب اپنے اپنے محل میں برقرار ہیں اس شبہ کا ذبیحہ اللہ پاک کلمہ توحید -

لا الہ الا اللہ سے فواد یا یعنی خدا کے پاک کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جو قوت مقناطیسی تصادم افلاک کے مانع اور ان کے نظامات کی حفاظت ہے وہ ایک ہی قوت ہے۔ جو سب کو سنبھالی ہوئی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ پس جو ذات پاک کہ اپنی ایسی قدرت کاملہ سے طبقات عوام کے نظام کو برقرار رکھی ہے وہی اسی معبود برحق ہے نہ اس کے پیدا کردہ اشیا۔ اب کفار اگر اپنے زعم فاسد پر اڑے رہیں اور اپنے بتوں کو خدا کے شریک کے شریک اور اپنے شفیع قرار دیں اور کہیں کہ جناب باری تعالیٰ کو بتوں کے شریک یا ہمارے لئے شفیع ہونیکا غالباً علم نہیں ہے وہ وہ مثل ہمارے بتوں کے شریک و شفیع ہونیکا قائل ہو جاتا۔ اللہ کا علم تو اس کی ذات تک ہی محدود ہے وہ خفی باتوں کو نہیں سمجھتا ہے اور ہمارا دوزانہ مشاہدہ جس کو ہم خوب دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں اس کو وہ انکار کرتا ہے اور ہماری مدیت و سمجھ کو خلط قرار دیتا ہے یہ سب اس کو علم ہونے کی وجہ سے ہے۔ کفار کے ایسے حرکات و سکنات پر

اللہ تعالیٰ ان کے زعم فاسد کو یوں دفع فرمادے کہ ان کو یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ علم فی السماوات
 و الارض سب کا ہے (یعنی کھدو اسے محمد کیا تم اللہ کو
 ایسی شے کی خبر دیتے ہو جس کو وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا پاک
 وہ اور بڑے مشرکین کے شرک کرنے سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں
 مفسرین کی تاویل پر دو وجہ سے فساد لازم آتا ہے۔ ایک تو یہ کہ آیت کریمہ مطلقاً
 عدم علم جناب باری کو بتلاتی ہے کہ جس شے کی اس کو خبر دی جا رہی ہے اسکو
 وہ بالکل نہیں جانتا مفہوم باری وجوداً۔ یہ تو سراپا باطل ہے۔

دوسرا یہ کہ مفہوم باری جانتا ہے اور وجوداً و صدقاً نہیں جانتا ہی ایک پہلو ہے جو
 زیر بحث ہے آیا ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں جس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے کہ
 مفسرین نے جب یہ دیکھا کہ اگر بالکلید نہیں جانتا کہہ جائے تو بڑی خرابی لازم آتی ہے
 اس لئے تاویل یہ کی کہ مفہوم باری جانتا ہے اور وجوداً و صدقاً نہیں جانتا۔ یہ قول
 بھی ایک دو وجہ سے فاسد و عوام کو دھوکا دیتا ہے۔ کیونکہ بعض نادان یہ مفہوم تصور
 کر سکتے ہیں کہ شاید اسکو وجود و صدق ہوگا مگر اس کو جناب باری تعالیٰ نہیں جانتا۔
 اس لئے اس نے نہیں جانتا کہہ رہا ہے اور ایک فریق کفار سے یہ کہہ سکتا ہے
 کہ اسکا عدم علم عدم شے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ شے متعلق کا وجود و صدق ہونا ممکن
 ہے مگر جناب باری کو اس کا علم نہیں ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا
 علم ہر شے پر محیط ہوا وہ جو کچھ کہتا ہے اپنے علم کے موافق کہتا ہے
 اور ممکن ہے کہ اسکو بعض اشیاء کا علم ہو فرق اسلام نے جس قدر دلائل قائم کر دیے
 ہیں وہ سب ان کے خیالات بطلان انہوں نے خدا کے تعالیٰ کو ہر شے کا عالم مان
 لیا ہے۔ بہر صورت ایسے تاویل سے عوام الناس کے رویہ و ایک فساد کا وسیع
 دائرہ کھول دینا ہے جو بحیثیت لفظ نہیں جانتا ہے گو وہ شریک کے وجود و صدق

نہو نے کی وجہ کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو اس تقید لفظی سے دائرہ جہل میں شریک کرنا ہے جو ناجائز ہے اور کفر کے حد تک پہنچاتا ہے۔ اور قائل اثنینیت اس پہلو کو برتے ہوئے جہل گزرت کر کو متنع کے وجود و مصداق میں گفتگو کرنا کا موقع پاتا ہے اگر پہلے سے اس کا انسداد کیا جائے تو اس کو اتنا بھی موقع نہیں ملتا جسکی صورت ہم ابھی ذکر کرتے ہیں جس سے حق و باطل میں صاف تمیز ہو جائیگی۔ کتاب الصراط المستقیم مصنف مولوی مداح صاحب کے ساتھ جو تقاریر پیش نشینی کا معلوم جناب باری ہونے اور نہ ہونے کے متعلق منسلک کیئے ہیں منجملہ ان تقاریر کے ایک صاحب نے تقریر میں جو بہت روز و شب و کیا تھ جانفشانی کرتے ہوئے بدلائل منطقیہ یہ بتلاتے ہیں کہ جناب باری متنفعات کو نہیں جانتا۔

اور کبھی خاص طور پر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ متنفعات کے وجود و مصداق کو نہیں جانتا۔ اعدم علم سے جہل لازم نہ آنی کے متعلق ان کی تقریر یہ ہے۔ دعلم کی نفی سے جہل لازم نہیں آتا اور جہل کی نفی سے علم کی صورت نہیں بنتی کسی جہان شمس پر جس میں قابلیت علم نہیں ہوتی نظر ڈالتے ہی یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے جیسے دیوار یا پتھر یا کوئی قیمتی جوہر ان اشیاء سے علم کی نفی صحیح ہو جاتی ہے اور جہل کا اثبات صحیح نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان اشیاء میں قابلیت علم نہیں ہے اور جہل کا اطلاق اسی محل پر صحیح ہوتا ہے جہاں قابلیت علم تو ہوتی ہے مگر علم نہیں ہوتا جس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جہل اور عدم علم اور عدم علم اور شمی جہل خاص ہے اور عدم علم عام جس محل پر جہل صادق آتا ہے عدم علم ضرور صادق آتا ہے۔ اور جہاں عدم علم صادق آتا ہے جہل نہیں کہ جہل صادق آجائے۔ اور پھر مینا اور نابینا کا ذکر کر کے بھی اسی قسم کی تقریر کی ہے جو علم و جہل کے متعلق ہے یعنی اگر قابلیت مینائی۔

نہو نیکی وجہ مینا نہ کہا جائے تو نابینا کھنا ضروری نہیں ہے اور اگر نابینا کہا جائے تو مینا ہونا لازمی ہے۔

صاحب موصوف کی اس تقریر پر ہم یہ کہتے ہیں کہ علم جناب باری جو بیس شبی کے متعلق تھا اس کی نفی بیس شبی کے وجود و مصداق سے ضروری ہونے پر چل نہ لازم آنے کے لئے جو مثال کہ جمادات کے جاہل نہ کہلانے کے متعلق مقرر صاحب نے قائم کی ہے وہ ایک سو راہی کے جائز رکھنے کے متعلق جو مودی الی الکفر ہے جس کی وجہ ایسا پہلو اختیار کیا گیا ہے کہ جناب باری کو جمادات کے دائرہ میں داخل کر دیا جو کفر صریح ہے جمادات قابلیت علم نہو نیکی وجہ جاہل نہ کہلائے تو کیا جناب باری بھی قابلیت علم نہو نیکی وجہ جاہل نہیں کہلاتا۔ اب ہم مقرر صاحب کے تواضع ناظرین کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کا علم حضوری ذاتی ہے نہ کسبی نہ بیری اور وہ علم ذاتی حضوری قابلیت سے منزہ ہے جیسے اس کی ذات ازلی وابدی ہے ویسا ہی اس کا علم ازلی وابدی ہے اور قابلیت خواہ وہ کسی صفت کے کیوں نہوں ممکنات کے اوصاف سے میں نہ واجب بالذات کے صفات سے مقرر صاحب کا علم و جہل کے متعلق بحیثیت قابلیت تقریر کر کے اللہ جل شانہ کے علم پاک کو اس کے مطابق تمثیل قرار دینا یقیناً خداوند عالم جل شانہ کو قابلیت کے دائرہ میں لا کر ممکن قرار دینا ہے۔ لہذا بحوالہ خداوندی کا اعتقاد اور جب کہ یہ امر فریق اسلام کے پاس مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال میں قابلیت سے منزہ ہے تو اس کا علم جہل کی بوسے بھی منزہ ہے اور جہل کا نام لینا یا جہل کی لفظ یا معنی اس کے نسبت تقریر کرنا خواہ وہ کسی پہلو سے کیوں نہ ہو سو راہی و کفر ہے۔ مقرر صاحب کی تقریر کو جو علم و جہل کے نسبت بحیثیت قابلیت ہے اگر ممکنات میں قرار دیں تو بھی غم و حضور

کی نسبت باطل ہو جاتی ہے اور تقابل عدم بالملک صحیح ہو جاتا ہے۔ اگر دائرہ حیوانات
میں غور کیا جائے تو انسان اعلیٰ ہے جس کو اللہ نے ایک مرتبہ
تمیز میں الٰہی اعنایت فرمایا ہے جو عقل انسانی ہے وہ حیثیت سے نہ
جاہل ہے اور نہ عالم بلکہ ایک حیثیت سے عالم کہلاتا ہو تو دوسری حیثیت سے
جاہل کہلاتا ہے۔ ایک ہی حیثیت سے عالم بھی ہو اور جاہل بھی کہلاتا ہے
باطل سبب بہر صورت وہ مختلف حیثیات سے عالم اور جاہل دونوں کہلانگے
گو کسی قسم کا علم کیوں نہ ہو علم جاہل کو کہلاتا ہے اور جاہل علم کو جو اس کا ضد ہے
گو وہ قانون مناطقہ کے عنوان پر نقیض علم نہ ہو مگر معنی نقیض تو ضرور ہے جس کے
متعلق ذیل میں مفصل ذکر کیا جائیگا۔

چھپے انسان علم و جاہل سے متصف ہوتا ہے ویسا ہی تمام حیوانات میں علم
کی صفت موجود ہے اور فرید علم کے قابلیت بھی ہیں جو کچھ کہ ان کے کیا سا
حال ہو وہ علم انکو دیا گیا ہے اور دیا جاتا ہے جس سے وہ بعض وجہ سے
عالم بھی کہلاتے ہیں اور بعض وجہ سے جاہل بھی کہلاتے ہیں ان میں علم و جاہل
ہر دو صفت مختلف وجہ سے ثابت ہیں وہ عالم بھی ہیں اور جاہل بھی ہیں۔
اب رہے نباتات و جمادات ان میں بھی مثل حیوانات علم کی صفت موجود ہے
اور وہ عالم بھی کہلاتے ہیں اور جاہل بھی ایک وجہ سے عالم ہیں تو دوسری
وجہ سے جاہل ہیں مقررہ صاحب نے تو قطعاً انکار کیا ہے کہ یہ صفت جاہل سے
ہرگز متصف نہیں ہوتے کیوں کہ ان میں قابلیت علم ہی نہیں ہے یہ انکار
غلط و باطل ہے مقررہ صاحب نے مناطقہ کے قول پر تفسیر قائم کی ہے
جنکو کسی نبی کی تائید نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ اپنے اکتساب سے یہ باتیں ایجاد
کئے ہیں جو ان کی حیثیت کرتے ان کے لئے باعث فخر ہیں اور حقیقت

مناطقہ کے اقوال کتاب اللہ کے مقابلہ میں رکھے جائیں تو مناطقہ کے
عجز اور قلت علم کو بتلاتے ہیں کہ ان کو نباتات و جمادات کے عالم ہونے
کے متعلق کوئی دلیل عقلی یا سرنہ آئی اس لئے انہوں نے ان میں قابلیت
علم کو نہ جانا اور معذور رہ گئے اور ہم بھی انہیں معذور جانتے ہیں کیونکہ وہ
نبی یا رسول یا تابع رسول تو تھے نہیں جسکی وجہ وہ ہر ایک امر کی تحقیق میں حق پر
رہتے اور جو کچھ علم کہ انہوں نے حاصل کیا تھا وہ بذریعہ محنت و کثرت سب
حاصل کیا تھا اور افسوس یہ ہے کہ متقدم صاحب اس مسئلہ کے متعلق
جو ایک دینی مسئلہ ہے کتاب اللہ کو چھوڑ کر مناطقہ کے پیرو ہو گئے۔ اور چہ
نہ جانا کہ اللہ جل شانہ نباتات و جمادات کو ان کے حسب قابلیت علم عطا فرمایا
ہے جس کی وجہ وہ عالم بھی ہیں اور جاہل بھی ہیں جو کچھ انہیں معلوم ہے وہ
جانتے ہیں اور جو معلوم نہ ہو اسکو نہیں جانتے ان کے علم کے متعلق اللہ
جل شانہ فرماتا ہے (وَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِنُحْمٍ عَلَيْنَا وَلَكِنَّ الْفُقَهَاءَ لَيَبْصِرُونَ) یعنی کوئی
ایسی شے نہیں ہے جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح
کو نہیں سمجھتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جمادات و نباتات میں بھی
قابلیت کے موافق علم ہے اس لئے اشیاء موجودات کل کے کل
ضمیمہ ذوی العقول کے مرجع واقع ہوئے ہیں اور ایک جاسے یلنا ذکر فرمایا
ہے (كُلُّ لَه قَانَتُونَ) یعنی کل کے کل اس کی عبادت میں مصروف ہیں۔
اور ایک دوسری آیت میں یوں فرماتا ہے۔ (وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
طَوْعًا وَّكَرْهًا وَظَلَمَهُم بِالْغَدْرِ وَ الْاَصَالِ) یعنی جو کچھ کے آسمانوں اور زمین میں
ہیں وہ چارونواچار خاص اللہ ہی کے لئے سجدہ کیا کرتی ہیں اور ان کے ساتھ
بھی صبح اور شام اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

ان تمام آیات میں جس قدر غور کیا جائے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کل اشیاء
 ذوی العقول ہیں اور اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اللہ غیرو ذی العقول کو ذوی العقول کے
 ساتھ شریک فرما کے تعالیٰ ذوی العقول کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا
 ذمہ اس آیت سے ہوتا ہے جو (کل قد علم صلوٰۃ و تسبیحہ) یعنی تحقیق ہر ایک
 نے اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کو جانتی ہے جس سے کوئی شک باقی نہیں رہتا
 کہ اشیاء کو حسب قابلیت علم ہو بلکہ یہ امر بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ نے تمام موجودات
 کو حسب حال ان کے خلعت علم سے سرفراز فرمایا ہے جس کی مکمل ذوی العقول
 ہیں اور جادات و نباتات کا حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 سجدہ کرنا اور سنگرزروں کا آپ کے دست مبارک میں اس طرح تسبیح
 کرنا جو دوسروں کو سنائی دے مخفی نہیں ہے اور علیٰ ہذا القیاس ہات اور پیر
 وغیرہ جو ارچ کار در قیاس اہل عمل کے خیر و شر کے متعلق شہادت دینا
 ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور کفار کا اپنے اعضا و جوارح سے سوال کرنا کہ تم کیوں
 ہم پر شہادت دیتے ہو اور اعضا کا جواب دینا قرآن سے ثابت ہے
 جیسا کہ فرماتا ہے (وقالوا لعلوہم لہم شہد تم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی
 انطق کل شئ) (ہو خلقتم ازال حرقہ والیہ ترجعوز ما کنتم تستترون ان شہد
 علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا حملوہم وکنتم ان اللہ لا یعلم کتابکم) (تغابن)
 یعنی کفار اپنے جسمانی چٹروں سے کہیں گے کہ تم ہم پر کیوں شہادت دے تو وہ
 جواب دیں گے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عنایت فرمائی ہے جس نے ہر شئی
 کو گویا کیا ہے اور وہ ہمیں پہلے بار پیدا کیا ہے اور اسی کے طرے تم لوٹ
 جاؤ گے اور تم چہرپ نہیں کہتے تھے اس بات سے کہ تم پر تمہارے کان اور
 آنکھ اور چہرے شہادت دیں اور لیکن تم گمان کرتے تھے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ

نہیں جانتا ہے بہت سے چیزوں کو جو تم کیا کرتے تھے۔ ہر صاحب عقل پر غفی نہیں ہے کہ ہر شے صفت نطق سے متصف ہے گو وہ شے عوام کی نظر میں ناطق نہیں دکھائی دیتی ہو اور بالقوہ صفت نطق رکھتی ہو جس کا ظہور کسی وقت ہونا ہو اور ارباب بصیرت کی نظر میں وہ شے بالفعل ناطق ہے وہ اُس کے نطق کو سنا کرتے ہیں۔ اعضاء و جوارح کا رزق قیامت شہادت دیتا خود اس امر کی تین دلیل ہے کہ وہ صفت علم رکھتے تھے جس کی وجہ خداے تعالیٰ نے ان کو (قَالَوْم) لفظ و ہی العقل سے مومن فرمایا اور ان کے علم کو معرفت الہی کے متعلق کامل قرار دیا جس کی وجہ وہ شہادت میں پیش ہو کر کفار کے زعم فاسد کی تردید کرنے کے اہل ثبات ہوئے اور کفار کے خیال باطل کو اللہ تعالیٰ ان کے اکثر اعمال کو نہیں جانتا جو قرار پایا تھا اس کی پہنچ کنی و سوجھنی انہیں کے اعضاء و جوارح سے کردائی جانا ثبات ہو گیا جس کی وجہ کفار پر حجت بالغہ قائم ہو جاتی ہے انہیں لازمی الزام اٹھانا پڑتا ہے۔ چونکہ عوام الناس احوال باطن سے محجوب ہیں اس لئے انہیں نباتات و جمادات کی تسبیح سنائی نہیں دیتی اور نہ انہیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جمادات و نباتات کا علم کس پایہ کا ہے۔ علماء محققین و اکابر دین تین سے حضرت مولانا و مقتدا شیعہ محمدی الدین ابن عربی قدس سرہ الغفر جو فلسفہ الوہیت کے شیخ کامل تھے اپنی کتاب فصیح میں علم میں جمادات و نباتات کے علم کے متعلق فرماتے ہیں۔

ولا خلق علی من یجاد و لجدہ نبات علی قدیم کیون و اور ان

یعنی جمادے کوئی مخلوق عرفان میں اعلیٰ نہیں ہے اور بعد اس کے نبات ہے جو اپنے حسب لیاقت و مقدار عرفان رکھتی ہے۔

بذل قال السہل والیسحق مثلنا فانادایا ہ منزل احاسن
 یعنی سہل بن عبداللہ تستری نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ ہم اور وہ دونوں احسان کے مقام
 ایسے محقق علماء کے اقوال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر آیات
 قرآنی کل موجودات کے علم کے لئے آئے ہیں بالکل صحیح ہیں اور اہل کشف
 وارباب بصیرت اسکو حق یقین جانتے ہیں سہل بن عبداللہ تستری
 جس کا ذکر شیخ نے فرمایا ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی
 کتاب احیاء علوم الدین میں انکا ذکر بڑی شان کے ساتھ کیا ہے اور انکو
 کامل و مکمل مانا ہے۔ پس اب کوئی موجد مسلم یہ نہیں کہہ سکتا کہ جمادات و نباتات
 کو علم نہیں ہے مگر اس کے ثبوت میں غالباً وہ دلائل عقلیہ پیش کرنے میں
 قاصر رہے گا جو عوام الناس کے مسلمات پر مبنی ہو یا اس تفسیر پر یہ ایک معمولی
 عقل والا شخص بھی یہ معلوم کر لے گا کہ مقرر صاحب موصوف نے علم و جہل
 کے متعلق اللہ جل شانہ کی نسبت کرتے کس قدر لغو و باطل طریقہ ایجاد و
 اختیار کیا ہے۔ اور پھر اسکی یہ دعویٰ کہ ایسے جہل کے قائل ہونے سے
 اللہ کی شان میں کوئی حرج نہیں اتنا محاذ اللہ مزید برآں یہ کہ مقرر صاحب نے
 یہ بھی لکھا ہے کہ جہل سے زیادہ کوئی عیب نہیں اس لئے نفی علم کا
 اعتقاد موجب گمراہی ہے اور باعث روسپاہی کہ واجب الوجود تعالیٰ عیب
 سے پیرا ہے اور جہل سے منزہ مگر یہ غلطی اس طرح مٹ سکتی ہے
 کہ نقیض کے معنی ہیں رفع غئے جیسے غئے اور لاشئ اور انسان والا
 انسان اس اعتبار سے علم کا نقیض عدم علم ہے اور جہل کا نقیض عدم جہل
 اس لئے علم کے لئے نقیض نہیں ہو سکتا اور جہل کے لئے علم نقیض نہیں
 ہو سکتا کہ علم ہو ہو عدم جہل نہیں ہے اور جہل ہو ہو عدم علم نہیں اگر علم و جہل

نقیض نقیض ہوتے تو علم کی نفی سے جہل لازم آتا اور جہل کی نفی سے علم لازم آتا۔
 دونوں نقیض اٹھ جاتے اور محال کی صورت پیدا ہو جاتی لیکن علم و جہل جیسا کہ
 بیان کیا گیا نقیض نقیض نہیں ہیں اس لئے علم کی نفی سے جہل نہیں
 لازم آتا اور جہل کی نفی سے علم کی صورت نہیں بنتی اس کے بعد ہی
 مقطر صاحب نے علم و جہل کے متعلق کسی بیجاں فتنے کے عالم نہ ہونے
 سے اس کو جہل کھنا لازم نہیں آتا جو فقہ پر کیا ہے اس کو ہم پہلے ہی اوپر بیان
 کر آئے ہیں اور اب یہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ مقطر صاحب کا یہ قول جناب
 باری کے علم کے متعلق کہاں تک درست ہے مقطر صاحب نے یہ
 نہ سمجھا کہ جب علم ہو تو لا علم ہو اور لا علم کے معنی جہل کے اور لا جہل کے معنی علم کے ہیں
 جو برہنا و مفہوم مخالف ظاہر ہے گو وہ باعتبار لفظ معانی کے اعتبار
 کرتے بالکل نقیض ہے اور اس وقت جو مسئلہ زیر بحث ہے وہ ایک
 مسئلہ دینیہ ہے نہ منطقیہ جس کی وجہ ہم برہنا سے قواعد مناطہ بحث کریں
 اور ان کے ہی اقوال کو تسلیم کر لیں مگر جب کہ مسئلہ دینیہ و پیش ہے اور
 مناطہ کا قول جب وہ خلاف عقائد اسلام ہو تو اس کا ترک کرنا فرض ہے
 اور مقطر صاحب نے نقیض اور نقیض نقیض کے متعلق جس قدر کارستانیاں
 کئے ہیں وہ سب کے سب ہوائی ہیں کوئی ادنیٰ عقل رکھنے والا بھی یہ
 خیال نہ کر سکا کہ جب علم ہو اور لا علم ہو تو جہل نہیں لازم آتا مگر قانون مناطہ
 پر جب کہ وہ جمادات پر جاری کیا جائے تو البتہ یہ صورت بنتی ہے کہ
 عدم علم سے جہل لازم نہیں آتا مگر جب کتاب سماوی جمادات کے علم
 کے متعلق صاف طور پر ناطق ہے تو مناطہ کا قول بھی برباد ہو گیا جو
 حقیقت ہوائی تھا۔ پس عدم علم سے ضرور جہل لازم آنا چاہیے اور عدم

جہل سے ضرور علم خواہ وہ کسی درجہ کا کیوں نہ ہو اور ہم تو کتاب اللہ اور
 اقوال علماء سے کرام سے یہ بات ثابت کر دے ہیں کہ موجودات
 میں کوئی شے ایسی نہیں ہے جو صفت علم نہ رکھتی ہو گو وہ کسی قسم
 کا علم کیوں نہ ہو پس ہر شے مختلف حیثیات سے عالم و جاہل کہلاتی ہے
 نقیض شے اور نقیض نقیض کے قواعد پر بنا ہے اقوال منطلقہ حدوث
 و قدم واجب و ممکن و قطع میں جاری کیے جانے تو لازمی طور پر بحیثیت
 معنی ایک و دوسرے کی نقیض قرار دینا ہوگا۔ ورنہ سوائے خلافات
 لفظیہ کے معانی کے اعتبار کرتے کوئی صحیح نتیجہ برآما نہ ہوگا اور الفاظ کے
 قید میں گرفتار ہو کر ہم ہر باور نہ ہوگا۔ مقرر صاحب نے تو باوجود اس کے
 کہ وہ جہل کی نسبت جناب باری تعالیٰ کے جانب کی جانا نامناسب قرار
 دیتے ہیں اور جہل رفع کرنے کی صورت کو نقیض شے اور نقیض نقیض پر
 تحول کرتے ہیں مزید برآں قابلیت علم نہ ہو وہاں جہل رفع ہو جاتا ہے جو
 کہے ہیں وہ ان کی علمی لیاقت کی دلیل ہے جو ذات واجب الوجود کے
 قابلیت سے میرا منکر ہے اس کے علم کی شان میں یہ کہنا کہ
 عدم علم ہو تو جہل لازم نہیں آتا گو یا اس کو ان اشیاء سے بھی کم درجہ میں
 لاتا ہے جو قابلیت علم رکھتے ہیں مسئلہ تو زیر بحث یہ تھا کہ جناب
 باری متعالیٰ کو جانتا ہے یا کیا جس میں ایک فریق کھتا تھا کہ مفہوم جانتا ہے
 اور وجوداً و منہذا نہیں جانتا جس کا خلاصہ یہ کہ اس کا مصداق نہ ہونے
 سے اس کے مصداق کو نہیں جانتا۔ دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ
 مفہوم میں تو اتفاق ہے مگر وجوداً و مصداقاً کے متعلق یہ کہا جانا چاہیے
 کہ اس کے وجود و مصداق کو وجود و مصداق ہونے کی وجہ عدم جانتا ہے

سہروردی کے متعلق بحث کر کے جہاں قابلیت علم

جس کا خلاصہ یہ کہ وجود و مصداق نہ ہونے کی وجہ وجود و مصداق کے لازمی طور پر عدم ہونے کو جانتا ہے۔ اور ہر دو فریق کے پہلو میں علم بالمتنوع ضروری ہے وہ یہ کہ وجود و مصداق نہ ہونے کی وجہ متنوع کے وجود و مصداق کو نہ جانتے میں متنوع کے وجود و مصداق نہ ہونے کا علم ضروری ہے اور دو ~~سکر~~ پہلو میں جب کہ متنوع کو وجود و مصداق نہ ہونے کی وجہ متنوع کے وجود و مصداق کے نہ ہونے کو جانتا ہے تو متنوع کے وجود و مصداق کا عدم ضروری ہوا اور علم جناب باری کا قطع متنوع کو وجود و مصداق نہ ہونے کی وجہ متنوع کے وجود و مصداق سے نہ ہوا فریقین کے ہر دو پہلو ہر نظر ڈالی جائے تو ہر ایک میں ایک اعتبار سے علم اور دو ~~سکر~~ اعتبار سے عدم علم ضروری ہے۔ اب رہی یہ بات کہ جب ہر دو پہلو کا خلاصہ مختلف اعتبارات سے ایک ہی نکلتا ہے اور دو پہلو ایک ہی معنی کے لئے ہیں تو ان دونوں سے کون سا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

ہر ذی ہوش پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ جب مختلف اعتبارات اور مختلف الفاظ سے ایک ہی معنی مقصود ہو تو اس وقت ان معبرانہ الفاظ کو اختیار کرنا چاہیے جو مناسب مقتضایہ حال و مقام ہوں اور فریقین کے اقوال میں ایک فریق کا قول جناب باری کے علم کو بتلانا ہے جو متنوع کے ساتھ اور دو ~~سکر~~ فریق کا قول یہ ظاہر کر رہا ہے کہ جناب باری تو ~~نہ~~ متنوع کا مصداقاً علم نہیں ہے اور اس کی تہ میں یہ بات بھی خفی ہے کہ جناب باری کو قطع نظر مصداق متنوع کے متنوع کا مفہوم علم ہے ایسی صورت میں جو الفاظ کہ ظاہراً علم جناب باری کو بتلاتے ہوں وہی اعتبار نہ کئے جائیں نہ دو ~~سکر~~ اور نہ سوا دہی ہے جس کا انجام نا سمجھ لوگوں کو

سے اور اس کی تہ میں یہ بات بھی خفی ہے کہ دو ~~سکر~~ کو وجود و مصداق کے ساتھ نہیں سکتا ~~نہ~~ متنوع کو وجود و مصداق نہیں۔

کفر تک پہنچاتا ہے اور ایسی سوراہی سے جو جناب باری تعالیٰ کی شان میں ہوا حتر از ضرورت ہے ورنہ مکتب کفر ہو کر شیطان کے دام میں آنا ہوگا جس میں ہر بھی خراب اور دوسروں کو بھی خراب کرنا ہے۔ اور جناب باری کی طمان میں کسی قسم کی سوراہی کیوں نہ ہو کفر ہے فقہار نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ آدم علیہ السلام نسا جی کیا کرتے تھے اس لحاظ سے ہم سب نسا جی کی اولاد ہو گئے تو وہ کافر ہوتا ہے اس لئے کہ انبیاء و اولیاء سب آدم کی اولاد ہیں اور ان کی شان میں کوئی بے ادبی نہ ہونی چاہیے اور پیشہ نسا جی ذلیل مانا جاتا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام کی توہین ہوتی ہے کہ وہ ایک نسا جی ذلیل پیشہ کی اولاد ہیں جب ایک واقعی امر میں جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور پیشہ نسا جی خود فی نفسہ کوئی ذلیل نہیں ہے بلکہ ذلیل لوگوں میں آگیا ہے تو ایسے واقعی امور کے متعلق جو فی نفسہ بھی ذلیل نہیں بلکہ ذلت کی وجہ اور ہو تو کیا انبیاء علیہم السلام کی توہین مانی جا کر کفر ہو جائے گا اور جناب باری کی شان میں عدم علم کا نقطہ کہہ کر کفر ہوگا۔ صحیحی عقل والا بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی اپنی والدہ کو والدہ نہ کہہ کر میرے والد کی فلاں ہے کہے جو بظاہر تو ہیں امین یا ناجا ہو اور معنی درست ہو تو اس کی والدہ کا اس کے ساتھ کیا حال ہوگا آیا کیا وہ اس کہنے سے خوش ہوگی یا گیا۔ باوجودیکہ والدہ اور ولد میں محابست اور اتصال رحمی ہے پھر بھی وہ اس طرح خفا ہوگی کہ پستہ بخدا۔ اور بندہ اور خدا سے تعالیٰ میں جب کوئی محابست نہیں ہے تو پھر وہ کس قدر غضب میں آئیگا۔ لغو ذبا اللہ من سخطہ وغضبہ۔ مقرر صاحب کا قول (اب اگر کسی شخص کا یہ قول ہو کہ واجب تعالیٰ امور متنعہ کو جانتا ہے

تو اس کا مال ہی ہوتا ہے کہ امور متنعہ موجود ہیں انہیں من الشمس ہے کہ خدا
 تعالیٰ کے شریک موجود نہوں اور جو شخص شریک خدا کا قائل ہو وہ مشرک ہے
 غلط و باطل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مقرر صاحب پہلے اپنی تقریظ میں
 متنعہ کا علم جناب باری تعالیٰ کو مفہوماً ہے جو کہکے آئے ہیں وہ بھی ان کے
 پاس ضعیف قول ہے لہذا انہوں نے اس قول میں قطعاً نہ جاننے کے
 متعلق کھدیا ہے اور غلط توجیہ کی ہے۔ کوئی موجد سلم ادنی عقل کھنے
 والا بھی یہ خیال نہ کریگا کہ متنعہات کا وجود ہے کیونکہ متنعہات کا لفظ خود
 متنعہات کے وجود کے امتناع کو صاف بتا رہا ہے جس سے متنعہات کے وجود
 کا متنعہ ہونا ضروری ہے اور معلوم ہے کہ وہ نہیں ہے جب ہمیں یہ
 معلوم ہے کہ وہ نہیں ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ نہیں ہے
 انہیں ضرور اسکو معلوم ہے کہ وہ نہیں ہے پھر کیوں ایسا جاہل ہو گا جو ان سے
 وجود و صدق کا قائل ہو جائے اور یہ سمجھے کہ جناب باری تعالیٰ متنعہ کے
 وجود و صدق کو نہیں جانتا اور کفار جو متنعہ کے وجود و صدق کے قائل
 تھے وہ اسکو متنعہ نہیں مانتے تھے بلکہ ان کے زعم میں یہ بات
 جہی ہوئی تھی کہ جناب باری معاذ اللہ اسکو نہیں جانتا ہے جس کے متعلق
 ہم ذیل میں مفصلاً ذکر کریں گے۔ اور یہ بتلانے کے مفہوم میں
 آیت (اَقْبَبُونَ اللّٰهَ الْخَر) کے مفہوم میں لغزش کی گئی ہے
 اور فقہاء جو متنعہات کو جانتا ہے کہا ہے وہ سمیٹیت متنعہات ان کے
 متنعہ ہونے کو جانتا ہے مراد ہے فقہاء کی غرض حراست عقائد عوام
 ہے کہ مبادا وہ کھیں ضلالت کے میدان میں قدم نہ رکھیں مقرر
 صاحب کا قول (وہ خوب جانتا ہے کہ امور متنعہ کا علم بالکنہ نہیں ہو سکتا

اور علم بکنہ بھی نہیں ہو سکتا کہ حقیقتین مفقود ہیں اور ذاتیات ناموجود (موجب
 ضلالت و کفر ہے) کیونکہ جب حقیقتین و ذاتیات مفقود و ناموجود ہیں تب وہ
 جانتا ہے کہ وہ قطعاً معدوم محض ہیں اور ان کا وجود محال ہے۔ مقرر
 صاحب کا یہ قول لغو فاسد پہلو اختیار کر کے تقریر کر سنے پر مبنی ہے
 جس کے متعلق ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں ایسی تقریر کا مال پہچکے جناب
 باری کو اس قید سے دائرہ چہل میں شریک کریں جس سے ان کو
 کوئی گزیر نہیں ہے۔ جب کہ متنع کو وجود و مصداق ہی نہیں تو اس کے
 لئے وجود و مصداق کا پہلو نکال کر بحث کرنا اور کہنا کہ متنع کے وجود
 مصداق کو جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے سب لغو فاسد ہے جس کا
 نتیجہ یہ کہ اگر جانتا ہے کھے تو ثبوت شریک و چہل مرکب اور نہیں جانتا
 ہے کھے تو چہل لازم آتا ہے اور ناجائز نسبت لگائی جاتی ہے اور
 ہر دو صورتوں کی بنا فرضیات پر مبنی ہے کہ متنع کو وجود و مصداق ہی
 نہیں مگر وجود و مصداق مفہوم میں لاکر حکم لگایا جا رہا ہے جس کی وجہ جانتا
 اور نہ جانتا ہے کہنا ہر دو کا مبنی فساد پر ہے جس کا نتیجہ بھی فاسد ہے
 اور اپنے معلومات پر جناب باری کے معلومات کو منطبق کرنا ہے کہ
 جیسی تصویر متنع کے وجود و مصداق کے متعلق کھینچ کر خود حکم لگا رہے
 ہیں ایسی ہی جناب باری تعالیٰ کے علم میں یقیناً ثابت کرنا ہے کہ
 جو صورت ان کے علم میں ہے وہی جناب باری کے علم میں ہے
 تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً (مناطقہ و فلاسفہ کی کیا مجال
 انبیاءوں سے بعض کا یہ قول ہے کہ) (تعلم ما فی نفسی
 ولا اعلم ما فی نفسک) یعنی تو اسے جناب باری جو کچھ مجھ میں ہے

ہے خوب جانتا ہے اور میں جو کچھ تہ میں ہو نہیں جانتا۔ ایسی صورت میں
 اپنے معلومات کے نقشہ کو جناب باری کے معلومات پر تطبیق کر کے
 حکم لگایا جانا سخت ناجائز امر ہے جس کی توضیح ذیل میں درج ہے۔ اور
 جن امور کی بنا بر فاسد بر فاسد ہوا ان میں اجتماع نقیضین محال نہیں ہے ملاحظہ
 ہو مغالطہ عامۃ الورد جس میں اجتماع النقیضین محال نہیں ہے کیونکہ وہ بتا
 فاسد بر فاسد ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ وجود مطلق علم مطلق کا مقابل نہیں ہے
 اس لئے کہ عدم مطلق کو کبھی باعتبار مفہوم ایک نوع وجود حاصل ہے اس لحاظ سے
 اس مرتبہ میں وہی اس کا وجود و مصداق کہلاتا ہے اگرچہ وہ دو درجہ مراتب کی
 حیثیت سے اس کو وجود و مصداق نہو ایسی صورت میں ممتنع بھی اپنے
 مرتبہ امتناع میں بحیثیت مفہوم وجود و مصداق رکھتا ہے اگرچہ وہ دو درجہ
 اعتبارات سے وجود و مصداق نہ رکھتا ہو صرف اس کو آنا ہی کافی ہے کہ اس کو
 ایک نوع وجود حاصل ہے اور ہر ایک شے خواہ وہ واجب ہو یا ممکن یا
 ممتنع اپنی اپنی حیثیت کے موافق وجود مطلق سے کامل یا ناقص حصہ پاسکتی
 ہے۔ اور وہی حصہ اس کے لئے وجود و مصداق ہے اور وجود مطلق کا
 مرتبہ من حیث ہو۔ ہو میں بلا لحاظ ان مراتب کے سب مراتب کا عین ہے
 اور بحیثیت مراتب کے مراتب کا غیر۔ ایسا ہی اس مرتبہ اطلاق کا عالم
 تمام تعقیدی مراتب کے علم کا عین وغیرہ واقع ہوا ہے اور خود بذاتہ بلا لحاظ
 مراتب کے اپنے مرتبہ ذات میں کل حیثیات سے منزہ ہے اس
 لحاظ سے یہ کہنا کہ وہ ممتنع کو وجود و مصداق نہیں جانتا ہے وہ مغرباً
 ہے۔ اور جن حضرات نے کہ ممتنع کے معنی یس ممکن کے لئے ہیں
 وہ ہر طریقہ سے کہتے ہیں۔ جب کہ ممتنع دائرہ امتناع سے جوہر امکان میں

نہیں آیا تو وصف و جوہ میں کسب آسکتا ہے اور جوہ و صدق خارجی کے
 لحاظ سے بحث کر کے اللہ تعالیٰ کو عالم یا غیر عالم قرار دینا موجب ضلالت ہے
 داخل و خارج و معقول و محسوس یہ کل بیثبیت ممکنات قائم کیا جا رہا ہے نہ
 بیثبیت ذات باری تعالیٰ یہ تو ان حیثیات کو ممکنات کے اعتبار کرتے
 ممکنات پر ممکنات کی حیثیات سے احکام مرتب فرما رہا ہے جب تک
 وہ ان حیثیات میں رہنچکے انہیں ان کے احکام سے نجات نہیں ہے
 اور جناب باری تعالیٰ بذات ان حیثیات سے منزہ رہ کر جس شان تنزیہیہ
 کے ساتھ عالم کہا رہا ہے وہ شان علم ممکنات کے ادراک سے منزہ
 ہے اور اس کا عالم الغیب و اشعواء و فرمانا ممکنات کی حیثیت کرتے ہے
 کیونکہ ممکنات کے پاس بعض اشیا حاضر ہیں اور بعض غائب مگر اللہ
 تعالیٰ کے پاس جو کچھ اس کے علم میں ہے وہ حاضر ہی حاضر ہے جو اس مرتبہ
 حضور میں ہماری عقل و دانش سے بھی منزہ ہے یعنی جو صورت حضور
 ہمارے ذہن میں ہے یا تسمیہ اس کے علم باری تعالیٰ میں حاضر ہے
 ایسی قدرت میں نظر یا معجزہ یا نسب باری تعالیٰ کے علم میں کوئی نسبت
 جہل قرار دینا سخت ناجائز و مستحب ہے اس مرتبہ علم تنزیہیہ میں یہ بھی نہیں کہا
 جاسکتا کہ یہ مرتبہ متنع کو جوہ و صدق نہ ہونے کی وجہ متنع کے وجود و
 صدق کو نہیں جانتا کیونکہ چھپ علم کی نسبت اطلاقی جناب باری تعالیٰ
 کے جانب کیا جاتی ہے جب تک اعتبارات جو باعتبار ممکنات تھے
 سلب ہو جاتے ہیں اور وہ علم پاکیف ہے جس کی صورت ہمارے
 شکلیت علم میں نہیں آسکتی۔ اور اگر کوئی داخل و خارج و کم و کیف
 وغیرہ کے اعتدال کرتے جو ممکنات کے اعتبارات ہیں بحث قائم کر کے

انہیں اعتبارات سے اللہ تعالیٰ کے معلومات کا پتہ چلانا چاہیے تو اضرع ہے
 اور اگر اسی کو حق جانکر ایسا ہی کیا کرے تو وہ دائم ضلالت میں پھنسا رہے گا
 اور بحث کا سبب و منتہی نسا پر ہوگا جس کا نتیجہ بھی ناسد برآمد ہوگا۔ اور نسا کا
 دائرہ مختلف طریقوں سے وسیع ہو جائیگا جس کی تہ میں یہ بھی ہے کہ
 ممکن کے واجب ہونے کو جانتا ہے یا نہیں اور خود کے باوجود واجب
 بالذات ہونے کے ممکن ہونے کو جانتا ہے یا نہیں اسی طرح کئے
 ایک ناجائز سوال پیدا ہونیکا منشا قرار پاتا ہے جس کا انجام کفر ہے چنانچہ
 بعض عوام جناب باری تعالیٰ کے جانب جہل کی نسبت کرنے میں اس
 قدر ترقی کر گئے ہیں کہ بکا انسا اور ایسا ہی رہا تو دشوار ہوگا۔ جیسا کہ ایک
 صاحب کھر رہے ہیں کہ جناب باری تعالیٰ چانول کو گیموں نہیں جانتا اور
 چنے کو مونگ نہیں جانتا اسی طرح ہر شے میں ایک پہلو سے عدم علم کے
 فائل ہو گئے ہیں اور یہ نہ سمجھے کہ یہ اسمائے اجناس امور متعارفہ ہیں جو
 قوم کی اصطلاح و مخاطب پر مبنی ہیں جناب باری تعالیٰ یکدم اس قوم کو عدم علم کے
 دوسری قوم ایسی پیدا کر سکتا ہے کہ اسمائے اجناس کو علی العکس نام رکھ
 سکتے ہیں اور جناب باری تعالیٰ تو فریقین کے علوم کو خوب جانتا ہے
 کہ وہ کیا ہیں اور ہر زمانہ کے لوگ کیا کر رہے ہیں اور وہ کیا کیا جانتے
 ہیں اور جناب باری کے علم کا ان میں سے کسی کو صحیح پتہ نہیں مل سکتا
 کہ وہ کیا ہے سوائے اس کے کہ اپنے علم کے موافق اس کو بھی محتول
 کر لیں جو حقیقت ناجائز ہے اور کسی کو یہ بھی کہنے کی مجال نہیں ہے کہ
 زمانہ اول میں اسمائے اجناس کچھ اور تھے اس وقت وہی جانتا تھا جو تھے
 اور اسمائے اجناس اب اور ہیں جنکو وہ اب وہی جانتا ہے جو وہ جس نام

موسوم ہیں اور پکارے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ تقریب حیثیت زمانہ و زمانیات ہے۔ اور جناب باری تعالیٰ زمانہ و زمانیات متنزہ ہے۔ پس اس کا علم بھی زمانہ و زمانیات کے علوم سے منزہ ہے۔ پھر کیونکہ اس کی جناب میں عدم علم کی نسبت قائم کی جاسکتی ہے۔ ایسے اقوال موجب ضلالت ہیں جنکا ہر دہر سی استعمال کرنے والا یقیناً کافر ہے۔ مقرر صاحب کا کہنا کہ متنع کی کنہ نہونے سے بالکنہ اور بکنہ نہیں جانتا اس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اولاً تو یہ کہ اسکو وجوداً و معدلاً نہیں جانتا کہنا۔ اور کنہ نہونے سے اسکو بالکنہ نہیں جانتا کہنا ہر دو کا خلاصہ ایک ہے۔ دوسرا یہ کہ کنہ بمعنی اجزاء عدیہ نہونے کی وجہ نہیں جانتا اور جس کے لئے اجزاء عدیہ ہوں اس کو جانتا ہے جس کے نسبت یہ کہا جائیگا کہ اجزاء عدیہ سے مراد اجزاء ترکیبیہ ہیں یا نہیں۔ اور صورت اجزاء ترکیبیہ نہونے کے یہ کہنا ضرور ہر گاہ کہ جس شے کے لئے اجزاء ترکیبیہ نہوں اس کو نہیں جانتا جس سے لازم آئیگا کہ مجردات و بسائط اور خود کو بھی نہیں جانتا کیونکہ اس کے لئے بھی اجزاء ترکیبیہ عدیہ نہیں ہیں جو ذاتیات کہلاتے ہیں۔ اور اگر کنہ سے معنی عام مراد لیا جاوے یعنی حقیقت لئے خواہ وہ اجزاء عدیہ سے مرکب ہو جو ذاتیات ہیں یا اجزاء عدیہ سے مرکب نہوں بلکہ بسیط ہو تو ایسی صورت میں یہ کہا جائیگا کہ خداوند عالم جیسادہ اپنی ذات پاک کو جانتا ہے متنع کو بھی جانتا ہے اور اس کے شریک کا علم خود اس کو اس کی ذات سے متفرع ہے اس کی ذات ہی نے اپنی رستی اور لپٹ شریک کے عدم کی عالم ہے خداوند عالم اپنے آپ کو مرتبہ ثبوت و تحقق جامع کی حیثیت سے جانتا ہے اور متنع کو بحیثیت استناع متنع جانتا ہے۔ یعنی بھی اپنے مرتبہ امتناع میں ایک نوع وجود کہتا ہے

جو اس مرتبہ میں وہی اسکا وجود مصداق ہے جیسے ابھی سم اوپر بیان کر آئے
 ہیں اور متنع میں کتبہ معنی اجزاء حدیہ ترکیب و ذاتیات میں نہ قرار پاسکے تو اسکی
 کتبہ بحیثیت مفہوم بسیط تو معلوم الہی ہے جس کی وجہ کتبہ سے خالی نہیں
 رہتا پھر یہ کہنا کہ کتبہ نمونے کی وجہ اس کو نہیں جانتا ہے موجب ضحاکت
 ہے جس سے یہ معلوم کروانا ہے کہ مناطقہ کے خیال میں جو کتبہ نمونے
 کے معنی قرار پاسے ہیں وہی بعینہ نمونہ باللہ خداوند عالم کے علم میں ہیں
 نہ اور کچھ اس کا علم بالکل مناطقہ کے خیال کے مطابق ہے جس سے
 یہ امر ضروری ہو گا کہ واجب بالذات قدیم ازلی و ابدی جو زمانہ و زمانیا سے
 منزہ ہے ممکن حادث زمانی کے ساتھ علم میں مطابقت رکھے جو موجب
 شرک و مماثلت ہے۔ اجزاء حدیہ کے متعلق ہم ایک تقریر بطور تحقیق نہ
 بطور تقلید حسب ذیل عرض کرتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ ہر شے کی حقیقت
 کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے وہ اگر چاہے تو جس بندہ کو مقبول و برگزیدہ
 فرمائے اس پر حقائق اشیاء کا صحیح انکشاف کروا سکتا ہے اور ممکن
 منطقیین فلاسفہ جس قدر حقائق اشیاء کے متعلق جو کچھ اجزاء حدیہ قرار دیتے
 ہیں رہ بقدر طاقت بشری ہے جو کچھ انہیں معلوم ہوا وہی انہوں نے دیکھا
 تسلیم کیا اور علم الہی میں حقائق اشیاء کا ان کی تحقیقات کے خلاف
 ثابت ہونا ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس کو وہ بسیط مانیں مگر
 ہوا و جس کو مرکب مانیں بسیط ثابت ہو۔ علم الہی تو ایک بڑی شے ہے
 مگر فلاسفہ میں قدیم و جدید گروہ کے لحاظ کرتے جو باہم تحقیقات حقائق
 اشیاء کے متعلق نزاع قائم ہے خود اس امر کی بین دلیل ہے کہ ہر ایک
 فریق کا قول من جمیع الوجوہ نہ مسلم ہے نہ غیر مسلم نہ کل قابل حرکت ہے

نہ کل قابل تسلیم ایک پہلو سے صحیح ہے تو دوسرے پہلو سے ناسد
 ہے اور انفرط و تفریط سے محفوظ نہیں ہے اور کسی فریق فلاسفہ کے
 حقیقت پر ہونے کے متعلق کوئی کتاب سماوی شہادت میں پیش
 نہیں ہوئی۔ اور ہمیں خداوند تبارک تعالیٰ اپنے کلام پاک میں یہہ تسلیم
 دی ہے کہ جو قول کہ کلام اللہ سے ہو کسی اور کا ہو اس میں ضرور اختلاف
 ہونا لازمی امر ہے جیسا فرماتا ہے (لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا
 فیہ اختلافاً کثیراً) یعنی قرآن اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے نہیں
 ہوتا کسی اور کلام ہوتا تو البتہ اس میں بڑا اختلاف پاتے۔ جس سے
 صاف ظاہر ہے کہ جو علوم کتبہ فلاسفہ نے تدوین کیا ہے اس
 میں اختلاف ہونا ضروری امر ہے کیونکہ وہ خداوند علم کے پاس سے
 نہیں ہیں صرف فلاسفہ ہی کی ایجاد ہے اسی وجہ سے ان کے
 اقوال میں اس قسم کے اختلافات پیدا ہو رہے ہیں اگر ان کے
 اقوال کی بنیاد پائیدار تحقیق پر ہوتی تو کوئی اختلاف قائم نہیں ہوتا اب یہہ
 عرض کیا جاتا ہے کہ حکماء فلاسفہ ہر ایک شے کی تعریف کے لئے
 جو میزان قائم کیا ہے وہ یہہ ہے کہ جو شے حقیقت واحدہ رکھتی ہو
 اور بسیط کہلاتی ہو وہ بسیط مادی عنصری ہوگی یا غیر مادی عنصری مثل
 مجردات اور ہر دو اجزاء حدی سے مرکب ہونے کی وجہ وصف باطنت سے
 موصوفہ ہے اور باہم اس وصف میں متحد بالذات ہیں اور مادہ و تجرد کے
 لحاظ کرتے باہم ایک دوسرے کے غیر اور متمیز ہیں اور ہر ایک کی ذات
 اپنے مرتبہ باطنت میں باذات خاصہ متعین ہے۔

اور جو شے کہ اجزاء حدیہ سے مرکب مانی گئی ہو اور میزان ترکیبی حیثیات

ذاتیات اس پر منطبق ہو اس کے متعلق یہ عرض کیا جاتا ہے کہ جنس فصل
 دو اجزاء ذاتیات جس میں ایک عام اور ایک خاص جو قرار دے گئے ہیں
 درحقیقت یہہ شے کے اجزاء حدیہ نہیں ہیں اور نہ وہ شے فی حد ذاتہ انکی
 وجہ منقسم ہے بلکہ وہ دونوں شے کے عوارض قریبہ سے ہیں جن میں سے
 ایک بوصف عموم مشارکت رکھتی ہے تو دوسری بوصف خصوص قطع
 مشارکت کرتی ہے انہیں دونوں کی بنا پر ہر شے ایک دوسرے سے
 اپنی نوعیت میں ممتاز ہے اور یہہ دونوں منجملہ شے کے عوارض کے
 بحیثیت عموم و خصوص جو جنس فصل قرار دے گئے ہیں کوئی متجسم شے
 نہیں ہیں جو باعتبار ایک مقدار جسمانی ہونے کے متجزی ہو سکیں اور
 نہ یہہ کہ وہ شے ان دونوں پر منقسم ہو سکتی ہے جیسا کہ اجسام محسوسہ کے
 مقادیر میں ہوا کرتا ہے اور جز تو وہی ہے جو کل سے متجزی ہو اور کل کا اعتبار
 حقیقت عین ہو یا کسی اور کل کا عین ہو اور دوسرے متبائن الحقیقت کے ساتھ
 ملاحق کیا گیا ہو اور بر وقت انقسام کل سے علیحدہ ہو کر اپنی اصلی حقیقت کا جوہر
 ظاہر کرنا جو کا وہ عینی جز ہو اس تقریر سے یہہ معلوم ہو گا کہ اجزاء شے قابل
 انقسام کے اور ہیں اور شے غیر قابل انقسام کے اور ہیں۔ اس وقت
 ہمیں اس بحث کا موقع و محل نہیں ہے کہ ہم اجزاء شے قابل انقسام کے
 متعلق بحث کریں جو بظاہر جس ظاہری میں منقسم دکھائی دیتے ہیں آیا
 کیا وہ درحقیقت واقعی انقسام ہے یا وہ بھی اعتباری ہے جس سے کل
 اجسام کا بسیط ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے اس بحث کو چھوڑ کر ہم اجزاء حدیہ
 کے نسبت اپنی رائے قائم کرتے ہیں کہ اجزاء حدیہ جو ذاتیات شے
 کہلاتے ہیں وہ ایسے اجزاء نہیں ہیں جیسے ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں جو قابل انقسام

شے کے ہوا کرتے ہیں اور اس ظاہری سے انقسام کے بعد عین ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شے کے اوصاف میں جو نسبت ۱۰۰:۱۰۰

اور اوصاف اس شے کے۔ شے سے زیادہ تر قریب ہیں اور عوارض خاصہ
 کہلاتے ہیں ان میں ایک قابل مشارکت اور دوسرا فاعل مشارکت و مخصوص
 ہے جس سے وہ شے اپنی نوع میں دوسری نوع سے ممتاز ہے اس قسم
 کے اوصاف اجزاء حدی اعتبار یہ کہلاتے ہیں نہ اجزاء حقیقیہ مگر یہ بات اور
 کہ ان کو ہی اجزاء حقیقیہ قرار دیکر شے کو مرکب مانیں جو درحقیقت پایہ تحقیق سے
 ساقط ہے حکماء فلاسفہ چونکہ انہیں شے کی اصلی حقیقت کا انکشاف
 نہیں ہوا تو انہیں شے کے اوصاف سے دو صفت منجملہ اور اوصاف
 کے یکو شے کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جو اہل بصیرت ہیں وہ
 غریبہ بانٹتے ہیں کہ ہر شے اپنے مرتبہ میں اپنے تعین کے لحاظ سے
 حقیقت واحدہ بسیطہ رکھتی ہے اور ظل حقیقت واحدہ مطلقہ الحیدہ ہے
 اور آئینہ بحال وحدت ذات مطلقہ الحیدہ میں مشہود ہے اور خود بحقیقت
 اپنے تعین کے مرآۃ بحال وحدت ذات مطلقہ الحیدہ واقع ہوئی ہے
 اور تعالیٰ قید و مطلق بازم ایک دوسرے کا آئینہ ہے جسکی صراحت آکر یہ
 (سنترجمہ) ایا تنا فی الافاق دنی النفس حتی یدتین لحدانہ
 (الحق) سے ظاہر ہے یعنی ہم اپنے آیات آفاق اور ان کے نفسوں
 میں انہیں دکھلائی گئے جہاں تک کہ انہیں یقین ہو جائیگا کہ جو کچھ رہے ہیں
 وہی حق ہے۔ اور شاعر کا قول۔

وفی کل شیء لہ ایتۃ تدل علی اللہ واحد

اسی پر دال ہے جگہ زجربہ کہ ہر شے میں وحدت الحیدہ کی آیت ہے جو صاف
 بتلا رہی ہے کہ وہ ایک ہے۔

اور ہر ایک شے اعتبار اپنے اوصاف خاصہ قریبہ کے دوسری شے سے

تمیز فی نفسہ متعین ہے اور بلا لحاظ اوصاف کے ایک دوسرے کی عین
 ہے اور اضافات و نسب و اعتبارات اوصاف کے لحاظ کرتے دائرہ تعید
 میں گرفتار ہے۔ اور جس قدر عوارض خاصہ و عامہ وغیرہ و غیرہ اوصاف ہیں سب
 تمیزات عقلیہ ہیں اور جب کائنات ثبوت تمیزات عقلیہ پر موقوف ہو وہ بھی معقول ہونا
 لازمی ہے۔ اور تنزیہ حواس ظاہری جو کچھ معلوم ہو وہ بھی اور اک عقل ہے
 اور حواس ظاہرہ و باطنیہ کل کے کل آیتہا سے مدارک عقل ہیں اور باعتبار
 تمیز ظاہری و باطنی نسب و اضافات کے دائرہ سے نہ نکلنے کی
 وجہ میں معنولات ہیں عقل ہی نے انہیں مختلف اعتبارات سے ظاہری
 و باطنی قرار دے رہی ہے اور دائرہ وجود نفس الامری ان کل پر محیط ہے
 اور واجب و ممکن و محال کو بحیثیت ان کے مراتب وجود کے شامل ہے۔
 جس سے صاف ظاہر ہے کہ جن اشیا کی حقیقت میں ترکیب اجزاء و
 مانے گئی ہے وہ اصل وہ ترکیب اعتباری ہے نہ حقیقی مگر اعتبارات
 معتبرین کے لحاظ کرتے وہ قوی و ضعیف ہو اترتی ہے اور حقیقی و باطنی
 اور حقیقت کوئی ترکیب نہیں ہے بلکہ ہر شے اپنے اوصاف سے
 ساتھ ہے جو اس کے لئے خاص و ضمیمہ از غیر ہیں اور تا بقائے شے
 وہ اوصاف شے کے ساتھ باقی ہیں اور وہ شے فی نفسہ ان اوصاف
 سے مرکب نہیں ہے ہر خواہ وہ شے بعض اوصاف کے لحاظ کرتے
 بالقوہ ہو اور بعض اوصاف کے لحاظ کرتے بالفعل جیسے وراثت و اولاد
 جن میں بعض اوصاف بالقوہ ہیں اور بعض بالفعل۔ یا صحت بالضعف
 ہی ہو جیسے ذوات مجردات اور کل اشیا کے حقائق کا علم اللہ تعالیٰ
 کو بلا لحاظ اعتبارات و بلا لحاظ اعتبارات نفس الامری و ازلی و ابدی ہے

اور جہل سے منفرہ ہے جہل تو حیثیت ممکنات ممکنات کے علم کا مقابل
ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے جانب علم کی نسبت کی جائے تو وہ جہل
سے جہل سے منفرہ ہے بلکہ وہاں جہل کو کوئی نوع وجود بھی مثال نہیں ہے
وہ تو وہاں عدم ہی عدم ہے اس کا وجود تو ممکنات کے علم کے مقابلہ میں
ثابت ہے اور اس لحاظ سے وہ بھی معلوم جناب باری ہے۔ اور جب کہ
ذوات اشبار کا باہم نمایان کے اقرب حیثیات و اوصاف پر مبنی ہوا
جس کو مناطہ نے اجزاء عدیدہ قرار دیا ہے تو ہر ایک شے کی تعریف
بقدر طاقت بشری اوصاف خاصہ جامعہ و مانعہ کے اعتبار کرتے
ہر صاحب عقل پر آسان ہو گئی اور نفس حقیقت ذات کے لحاظ کرتے خفی
رہ گئی کیونکہ حقیقت ذات شے کا علم فی نفسہ وہ کیا ہے یا کیا نہیں ہے
صرف اللہ جل شانہ کو ہی ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کو بلا تعلیم
الہی حقائق اشبار کا صحیح علم ہے تو اس کا دعویٰ لغو و باطل ہے۔ اور
حکماء فلاسفہ وغیرہ کے لغزشات خود ان کے عجز سے کہ نباتات
و جمادات کے علم کے متعلق مذکور ہیں ظاہر ہیں انکا اگر کوئی قول مطابق
کتاب اللہ ہو تو مقبول ہے ورنہ مردود کتاب اللہ ایک ایسی شے ہے
جو تمام فلاسفہ کے مبلغ علم کی صحت و دطلان کا معیار ہے ہماری رائے
یہ نہیں ہے کہ فلاسفہ کے اقوال کے جانب بالکل توجہ نہ کی جائے
بلکہ اصطلاحات مطبقہ و فلسفہ سے بھی حسب ضرورت واقف
ہونا چاہئے جو مزید ترقی علم کا باعث ہے جس کی وجہ ان کے اقوال
جو غلات کتاب اللہ ہوں انہیں کے قواعد پر انہیں پراٹھ دینا آسان
ہو جاتا ہے۔ ہماری تقریر کو جو حضرات بنظر انصاف ملاحظہ فرما دیں گے

ان پر یہ امر مخفی نہ رہیگا کہ واجب الوجود خود بحیثیت وجود من حیث ہو ہو
 بلحاظ وصف وجوب شامل موجودات ہے بلکہ انکا عین وجود ہے اور
 بحیثیت وصف وجوب ان موجودات سے ممتاز اور انکا غیر ہے۔ اور
 ممکن الوجود بحیثیت وجود من حیث ہو ہو بلحاظ وصف امکان میں عین وجود
 واجب ہے اور بلحاظ وصف امکان واجب سے ممتاز اور اس کا غیر ہے
 اور محتج جب کے اس کو ایک نوع وجود حاصل ہے اور بحیثیت وجود من
 حیث ہو ہو بلا قید وصف امتناع واجب اور ممکن کہہ وجود کا عین ہے
 اور ہر دو کے پہلو میں ضم ہے اور بحیثیت وصف امتناع واجب
 ممکن سے ممتاز اور انکا غیر ہے۔ واجب میں بمبصر وصف وجوب
 اور ممکن میں وصف امکان اور محتج میں نہ امتناع۔ اور بحیثیت
 وجود من حیث ہو ہو تینوں مراتب میں کوئی لحاظ نہیں ہے اور حسب
 مہمات پر نظر ڈالی جائے تو فوراً چند مراتب کا ظہور ہو جاتا ہے اور
 بلحاظ مہمات بحیثیت وجود من حیث ہو ہو اور بلحاظ مہمات نظر ڈالی جائے
 یہ ہر کل امور ممکنات کے کرشمہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے دائرہ علم مطلق میں
 جو غیر متناہی ہے یہہر کے سب بحیثیت علوم ممکنات ہونے کے
 واقع ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم ان کے علوم پر محیط ہے اور خودی
 ان کے علوم سے منزہ ہے۔ اور اس طرح دباؤ والا ہے کہ علوم ممکنات
 کے اس کی تعین ہی شان میں صورت صمد ہوئے ہیں۔ ممکنات
 کی کیا مجال ہے کہ اپنے حادث علم کے ذریعہ اس کے قدیم ازلی ہونا
 علم کے نسبت کوئی چون رچا کر سکے۔ کیا بات کا علم ممکنات کے لئے
 جب ہی مفید ہوگا کہ وہ انکو عظیم قدیم ازلی وابدی کے لئے سجدہ کرے۔

اور امکان کے دعویٰ علیت سے بوجہ مقابلہ علیم قدیم واجب بالذات ہے
چھوڑے۔ حادث علم کے ساتھ قدیم ازلی وابدی علم رکھنے والے کا
مقابلہ کرنا کفر کی علامت ہے۔ اور مزید براں لفظاً بامعنی جہل یا عدم
علم کی نسبت کرنا گویا اس کے مقابل میں سر اٹھانا ہے جو تھوڑے
سے حادث علم کی پونجی پر انراٹھانے کا باعث ہے ممکن کے علم کی
کیا مجال ہے کہ یہ واجب تعالیٰ کے علم میں گفتگو کر سکے جب تک کہ
محکم وصف امکان سے متصف ہے وجوب کی ہوا بھی نہیں لے
سکتا اور ایسا ہی واجب تعالیٰ بھی جب تک کہ وصف وجوب سے
متصف ہے امکان وحدوت سے منزہ ہے۔ اور دائرہ وجوب
ذاتی میں دائرہ امکان کا وجود ہیں العدیدین و متلاشی ہے پس ممکن کی
کیا مجال ہے کہ واجب تعالیٰ کے علم وجوبی سے کوئی حصہ لے سکے
محکم کا علم ممکن کی ذات تک ہی محدود ہے وہ جو کچھ سمجھے گا اپنے
ہی حیثیات کے موافق سمجھے گا اور جو کچھ دیکھے گا امکان ہی شیونات
کو دیکھے گا صرف اپنے عرفان کو درست کر کے سیدھا ہو کر اپنے
حدوث کو ملاحظہ کر کے اپنے محدث و موجد کو جانتا ہے اور اپنی
ہر شے کو اسی کی ایجاد مانتا ہے اور جب تک وہ دائرہ امکان میں
رہے ہر پہلو سے یہی جانتا ہے کہ وہ ایک قادر لایزال کے قبضہ
میں ہے جو اسکا موجد و فائق ہے جس کے قبضہ سے اسکو کسی
نوع کی بھی رہائی ممکن نہیں ہے اور جو کچھ اس پر اس کے مالک سے
نازل ہوتا ہے اسکو مجبوراً اس کی اطاعت کرنا لازمی ہے اور پندار
غور میں اگر خلاف فرمان اس کے کوئی فعل کرنے پر اپنے کو

مستی عقاب و عتاب سمجھتا ہے اپنے مالک کا بندہ بنا رہتا ہے اپنی
ہستی کو عدم اور اپنے مالک کی ہستی کو ثبات و موجود جانتا ہے اور جو
کچھ کہ ہے اور ہو رہا ہے یا ہو گا یا ہو چکا ہے سب اسی کے قدرت
کے آثار جانتا ہے اور اپنی ذات کو آئینہ مشاہدہ آثار اسرار الہیہ سمجھتا
ہے آثار اسرار الہیہ کے مشاہدہ میں اپنے آئینہ ذات سے کبھی
نظر اٹھا لیتا ہے اور کبھی بحیثیت عرفان و مشاہدہ بسیط نظر کے ساتھ
ہر دو کا ادراک کرتا ہے اور کبھی بسبب نظر نہا ہو جانے کے فنا فی الذات
ہو جاتا ہے غرض کہ اپنے مالک کا بندہ بنا رہتا ہے اس کی شان میں
کبھی ایسی گفتگو نہیں کرنا جس سے لفظاً یا معنی کوئی خفیف سے بھی
سوار ادبی ظاہر ہو ایسی صورت میں جو شریعت الہیہ اس پر اپنے کمالات
و جود یہ کی خلعت پہناتی ہے اور وہ ان کمالات الہیہ کی غلٹ میں اپنے
پندار ہستی سے اس طرح بالکلیہ خارج ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنی انانیت کا
بمجموعہ بھی لحاظ باقی نہیں رہتا اور اپنے مالک کی محبت میں کمال ورجہ کا امتزاج
و فنا پاتا ہے اور اس پر حسب مدارج فنا و استغراق خلعت الہیہ نازل ہو کر
اس کی متولی تصاریف ہو جاتی ہے اور عوام کی نظریں وہ بظاہر زندہ معلوم
ہوتا ہے اور حقیقت میت و فانی رہتا ہے اسکا اس حالت میں
جو فعل ہو وہ فعل اسکا نہیں کہلاتا بلکہ کسی اور کا جو اسکا فی جہج الوجود متولی
ہو گیا ہو جس کی شان یہ ہے کہ ہے اور نہیں ہے یہ مراتب سن باب
قرب نوافل مال ہوتے ہیں جگہ پتہ اس حدیث قدسی سے ملتا ہے
﴿مَنْ زَالَ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَى الْوَفْلِ حَتَّىٰ أَجْبَدَ فَكَانَ اجْتِدَادَهُ كَمَنْ مَعَهُ اللَّهُ نَسِيمًا﴾
وَجِبْرَةُ الَّذِي يَصِيرُ بِوِلَايَتِهِ يَنْطَوِي وَيُدْرِي لَتَقِي بِطَشْرٍ نَجْمًا وَحِيدًا

ہمیشہ بجا فی سیم و فی یسیر و فی ینطق و فی یبطش و فی ہمیشی
 ترجمہ بندہ میرے طرف نوافل کے ساتھ ہمیشہ تقرب میں سعی کیا
 کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست گردانتا ہوں پس جب میں
 اس کو محبت کرتا ہوں تب اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
 اور اس کی بنیائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھا کرتا ہے اور اس کی زبان
 ہو جاتا ہوں جس سے گفتگو کیا کرتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے
 وہ حملہ و گرفت کیا کرتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلا کرتا ہے
 پس وہ میرے سے ہی سنتا ہے اور میرے سے ہی دیکھتا ہے اور
 میرے سے ہی بات کرتا ہے اور میری وجہ سے حملہ و گرفت کیا کرتا ہے
 اور مجھ سے وہ چلا کرتا ہے ناظرین کی تعجب میں یہ بات نہ آئے کہ بندہ
 خدا ہو جاتا ہے اور خدا بندہ کیونکہ یہ محال ہے بندہ کتنا ہی عروج کرے
 بندہ ہی ہے اور رب کتنا ہی نزول کرے رب ہی ہے اور بندہ کا اپنے
 رب کی محبت میں استغراق و فنا تمام حاصل کرنا بندہ کا کمال ہے اور
 در وقت فنا تمام جو لحاظ عبدیت و عبوبیت مابین عبد و رب کے رہا کرتا
 تھا وہ بسبب فنا کلی منافی ہو جاتا ہے اور ذات ازلی وابدی جن حقیقت
 ہی ہی بلا لحاظ عبد و رب اپنے قطورات دکھاتی ہے جس کا دائرہ علم
 موجب و امکان و امتناع پر محیط ہے بلکہ وہی حقیقت وجود کا اصلی معنی
 ہے جو ہمارے واجب تصور کرنے سے بھی منزہ ہے اور تمام دوائے
 موجودات کا متولی ہے جس کے مفہوم کو (ان الله بكل شئ عليم)
 صاف بتلا رہا ہے اور اس مرتبہ میں وہ ذات حسب مراتب اشیاء ثبوتیہ
 و سلبیہ جس طرح کہ وہ اس کے علم میں ہیں سب کی عالم ہے ہمارا ان

کے متعلق گفتگو کر کے کر کیسے ہیں اور کیا ہیں علم ذات الہی میں رائے زنی کرنا ناجائز امر ہے۔ ہم پر یہ امر فرض ہے کہ اگر ہم اپنے حوصلہ کے موافق کہیں تو ایسی بات نہ کہیں کہ جس سے علم ذات خداوند عالم میں کوئی حجت آوے خواہ وہ سچیت لفظ کیوں نہ ہو اس تقریر سے ناظرین پر خفی نہ رہے گا کہ جناب باری تعالیٰ اپنے شریک کو سبوتا جانتا ہے اور مصداقاً نہیں جانتا کہنا عین سوادہی ہے بلکہ کفر کے عہد کو پہنچتی ہے اور اصرار کرنے والا کافر ہے کیونکہ جب استعمال کے لئے بہتر پہلو موجود ہو تو پھر فاسد و غلط پہلو اختیار کر کے عوام الناس کو ضلالت میں پھنسانا اور خود بھی بلا میں گرفتار ہونا عاقل کا کام نہیں ہے۔ اور قواعد منطقیہ اس لئے قرار نہیں دے گئے ہیں کہ وہ محالات و مفروضات مستحکمہ میں جاری کئے جائیں جس میں سوائے تخصیص اوقات اور بربادی عمر کے اور کوئی نتیجہ نہیں اور عوام الناس کے رویہ و خود فروشی اور بڑے منطقی و فلسفی معلوم کروا کر انکو مغالطات میں ڈال دینا ہوتا ہے جس کی وجہ دینی امور میں وہ دولت ایمان کہو بیٹھیں قواعد منطقیہ کا دار و مدار حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے رکھا گیا ہے علیہذا منقطعہ کے پاس وہ ایک ایسی پینان ہے کہ جس سے ہر سیاسی حق و باطل میں فریق معلوم کر کے باطل ختمے کو ترک اور حق کو اختیار کیا جاتا ہے۔ مگر چہیہ کہ اس کو صحیح اسود پر جاری کیا جائے ورنہ بنا فاسد پر فاسد ہوگی اور بربادی و اہمات سے نجات پانا دشوار ہوگا۔ مقررہ صاحب کی تقریر میں فیضیہ شریعہ کو نحوذا اللہ فاسد پہلو میں عمل میں لایا گیا ہے اگر وہ صحیح و حق پہلو پر عمل میں لایا جاتا تو حق و باطل کی تمیز قابل ہو جاتی۔ مقررہ صاحب کا قول (اس وقت دو شخصے ہمارے

ہاتھ میں ہیں ایک قضیہ یہ ہے اگر واجب تعالیٰ کا علم وجود محال اور مصداق
 متنع سے متعلق ہو جائیگا تو محال کا وجود ہو جائیگا اور مصداق متنع موجود ہو جائیگا
 مقرر صاحب اگر یوں کہتے ہوتے کہ واجب تعالیٰ کا علم وجود محال اور
 مصداق متنع کے عدم سے متعلق ہو جائیگا تو محال کا وجود اور متنع کا
 مصداق عدم ہو جائیگا۔ تو بہتر طریقہ ہوتا مقرر صاحب کا قول (اگر محال
 کا وجود ہو جائیگا اور مصداق متنع موجود ہو جائیگا تو واجب تعالیٰ کا علم وجود
 محال اور مصداق متنع سے متعلق ہو جائیگا) اگر یوں کہتے ہوتے کہ محال
 کا وجود اور متنع کا مصداق عدم ہو جائیگا تو واجب تعالیٰ کا علم عدم وجود
 محال اور عدم مصداق متنع سے متعلق ہو جائیگا۔ تو مناسب ہوتا مقرر
 صاحب کا قول (اب اگر پہلے قضیہ میں وضع مقدم سے کام لیں اور
 یوں استشنا کریں کہ - واجب تعالیٰ کا علم وجود محال اور مصداق متنع
 سے متعلق ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محال کا وجود ہے اور مصداق
 متنع موجود ہے) اگر یوں کہتے ہوتے کہ - واجب تعالیٰ کا علم عدم
 وجود محال اور عدم مصداق متنع سے متعلق ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے
 کہ وجود محال اور مصداق متنع عدم ہے تو ٹھیک ہوتا۔ مقرر صاحب کا
 قول (اگر رفع تالی سے کام لیں اور یوں استشنا کریں کہ - محال
 کا وجود نہیں ہے اور مصداق متنع موجود نہیں ہے - تو یہ نتیجہ نکلتا ہے
 کہ واجب تعالیٰ کا علم وجود محال اور مصداق متنع سے متعلق نہیں ہے)
 اگر یوں کہتے ہوتے کہ - محال کا وجود اور مصداق عدم ہے تو
 یہ نتیجہ نکلتا کہ واجب تعالیٰ کا علم محال کے عدم وجود اور متنع کے
 عدم مصداق سے متعلق ہے۔ مقرر صاحب کا قول (دوسرے قضیہ میں

اگر وضع مقدم سے کام لیں اور یوں استثنا کریں کہ - محال کا وجود ہے
 اور مصداق متنع موجود ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ واجب تعالیٰ کا علم
 وجود محال اور مصداق متنع سے متعلق ہے (اگر یوں کہے ہوئے کہ -
 محال کا وجود عدم ہے اور متنع کا مصداق معدوم ہے تو یہ نتیجہ نکلتا
 کہ واجب تعالیٰ کا علم عدم وجود محال اور عدم مصداق متنع سے متعلق ہے
 تو اچھا ہوتا مقرر صاحب کا قول (اور اگر رفع تالی سے کام لیں اور یوں
 استثنا کریں کہ واجب تعالیٰ کا علم وجود محال اور مصداق متنع سے متعلق
 نہیں ہے - تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محال کا وجود نہیں ہے اور مصداق
 متنع موجود نہیں ہے) اگر یوں کہے ہوئے کہ - واجب تعالیٰ کا علم عدم
 وجود محال اور عدم مصداق متنع سے متعلق ہے تو یہ نتیجہ نکلتا کہ محال کا
 عدم ہے اور متنع کا مصداق معدوم ہے تو بہت مناسب ہوتا یہ صورت
 ہر حال میں شریک کے عدم کا علم عدم وجود متنع و مصداق شریک کی
 وجہ ضروری ہے - ایسے صحیح پہلو کو چھوڑ کے ایک فاسد و لغو پہلو اختیار
 کرنا عاقل کا کام نہیں ہے جس کی خرابی الظہر من الشمس ہے اور ہر دو
 پہلوں میں کوئی نسا اچھا ہے اور ہر دو کا حاصل کیا ہے اور ہر دو سے کوئی
 اختیار کرنا چاہیے اس کے متعلق ہم اوپر تفصیلاً بیان کر آئے ہیں لہذا
 مکرر عاودہ کی ضرورت نہیں ہے غرض کہ فاسد و لغو پہلو کو ترک کرنا لازمی ہے
 اور نہ فتنہ کا دروازہ کھل جاتا ہے جنہوں نے ایسے فتنوں کے
 دروازے عوام الناس پر کھول دیے وہ بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں
 جن کے متعلق اللہ جل شانہ فرماتا ہے (فاما الذين في قلوبهم زيغ
 فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله)

یعنی پس لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے پس وہ پیر دی کرتے ہیں اس شے کی جو متشابہات سے اس کے ہونے کی غرض سے یعنی اپنے خیال کے موافق تاویل کرنا شروع کرتے ہیں اسی آیت کریمہ کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ آیات متشابہات کی صحیح تاویل اللہ ہی جانتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ناجائز تاویلات سے بچیں اور دوسروں کو بچائیں اور جائز تاویل ضرورت کے لحاظ سے ممنوع نہیں ہے اور بہتر تو یہی ہے کہ جب نزاع قومی ہو جائے تب اصلی مطلب کو اللہ کے حوالے کر دیں اور کوئی چوں و چرآنہ کریں جیسے کہ جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے (فان تنازعتم فی شئ فردوا الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر خالک خایر و احسن) تاویل کا یہی مطلب ہے کہ کسی شے کے متعلق ایسی گفتگو کرنا کہ جس میں جناب باری تعالیٰ کی شان میں سوء ادبی ہو اور عداوت کی جائے دولت ایمان کہو دیتا ہے۔ اور چونکہ مغربین آیت را تنبسون اللہ بما لکم بعلم کے معنی یقیناً نہیں نہیں جانتا ہے جو قرار دے ہیں اس لئے انہیں یہ ضرور ہوا کہ خریک کو وجود اور مصداقاً نہیں جانتا کہیں۔ کیونکہ مفہوماً علم ہونے کو تو وہ انکار نہیں کر سکتے اگر کہیں تو اور بھی بڑی خرابی لازم آتی ہے جس سے مطلقاً جہل کا ثبوت ہوتا ہے اس لئے مفہوماً علم اور وجود اور مصداقاً نفی علم کے متنازع ہو گئے اور علاوہ ازیں اگر وجود اور مصداقاً علم یا خریک

مان میں تو ثبوت شریک اور غلط بیانی قرآن لازم آتی ہے لہذا انہوں نے
 ایک بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے یہ پہلا اعتبار کیا جو حقیقت
 فساد سے خالی نہیں ہے یہ کل خرابیاں آپؐ مگر میری غلط تاویل کر کے پر
 مبنی ہیں جب کہ تفسیر بلا سے یہ معلوم ہو گیا کہ جس قدر ست وغیرہ ہیں
 وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں مگر کفار نے غلط فہمی سے انہیں شریک باری تعالیٰ
 مان لیا تھا اور شفیع بھی اور اصل حقیقت اللہ سے وہ غافل تھے تو اللہ تعالیٰ
 ان کے زعم فاسد و خیال باطل کی تردید آپؐ مذکورہ سے ہوں فرمادی کہ کھو
 اسے محمدؐ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی شے کی خبر دیتے ہو جس کو آدھ سمانوں اور
 اور زمین نہیں جانتا یعنی تمہارے زعم میں یہ بات سوائی ہے کہ بت شریک
 جناب باری تعالیٰ اور شفیع بھی ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا یہ تمہارا زعم
 غلط و باطل ہے اللہ تعالیٰ تو ان کو جانتا ہے کہ وہ بت نہ شریک ہیں اور
 نہ شفیع شفیع تو وہی ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے
 اور انہیں تو شفاعت کی اجازت نہیں دی گئی ہے اس لئے وہ کچھ بھی
 شفاعت نہیں کر سکتے اور قبضہ قدرت الطیغ میں وہ سب مجبور بند ہیں
 ان میں شریک بننے کا وصف نہیں ہے اور نہ بلا اجازت شفیع بنیکا
 کیسے کہ وہ مخلوق ہیں نہ خالق مخلوق کو مقابلہ خالق کسی معاملہ میں بھی کوئی حق
 شریک نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے وصف شریک
 الحیثیت جو ان بتوں میں کفار مانتے تھے اس کی تردید کرنا ہے اور
 ان کے زعم کو باطل قرار دینا ہے خلاصہ یہ کہ جناب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا
 خبر دینا غلط ہے میں تمہیں اور تمہارے بتوں کو اور طرفہ یہ کہ میرے
 مقابلہ میں ان کو شریک و شفیع مانتے ہو میں انکا اور تمہارا پیدا کرنے والا

اور انہوں نے یہ زعم فاسد و خیال باطل کر کے شریک و بتوں کو خود غلطی میں مبتلا کر دیا ہے۔

اور مارنے اور جلائیوالا ہوں مجھے سب کچھ علم ہے تمہارا یہ جو خبر دینا
 وہ تمہاری کج فہمی اور غلطی پر مبنی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے
 زعم میں ہیں ان کو تمہیں جانتا جو مجھے اس طرح خبر دیتے ہو میں ان کو
 خوب جانتا ہوں کہ وہ شریک نہیں ہیں اور نہ شفیع ہیں میرا کوئی شریک
 نہیں ہے میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں اور جس حیثیت سے
 کہ میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں اپنے شریک کو عدم جانتا ہوں
 اگر شریک ہوتا تو میں خود اس کا ذکر کرتا اور تمہارے شریک کرنے
 سے مانع نہیں ہوتا اور جب کہ میرا کوئی شریک نہیں ہے اور میری
 ہی ایک ہستی لازوال ہے تو میری ہستی مطلق کو نہ جانکر کیوں شریک
 و کفر میں مبتلا ہو رہے ہو اگر تم میرے کھنے پر عمل کرو گے تو حیات
 ابدی پاؤ گے اور ہمیشہ سرور رہو گے اور رفتہ رفتہ دوزخ کے پتلا لاؤ
 قید و ہم سے نجات پاؤ گے اور جو کچھ آئنا کہ ان بتوں سے تمہیں کہانی
 دیتے ہیں بات تمہارے خیال فاسد میں سماتے ہیں وہ ان بتوں کے
 نہیں ہیں وہ تو سب میری قدرت کے کرشمہ ہیں اور تم غلط فہمی سے
 ان کو بتوں کے جانب منسوب کر رہے ہو اگر تم ان بتوں سے
 نظر اٹھا لو گے تو تمہیں میرا ہی ایک فاعل ازلی و ابدی اور مستحق
 عبادت ہونا صحیح طور پہ معلوم ہو جائیگا ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ شرکین
 جو حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گفتگو
 کیا کرتے تھے اس کی اطلاع بواسطہ جبریل حضرت نبی کریم کو ہوا کرتی
 تھی جس کی وجہ شرکین نے آپس میں یہ کہنا شروع کیا (الاسم) و اقول
 کی لا یسمیہ (اللہ تعالیٰ) یعنی آہستہ مشورہ کیا کرو تاکہ محمد کا

خدا نہ سنتے جس کے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی (وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) بلکہ اللہ علیم بذات الصدور والا یعلم من مخلق و هو اللطیف الخبیر یعنی تم اپنے مشورہ کو آہستہ کہا کرو یا علی الاعلان کہا کر تحقیق کہ وہ ذات پاک یعنی اللہ تعالیٰ دلی باتوں کا جاننے والا ہے کیا نہیں جانتا جو جس نے پیدا کیا ہے اور حال یہ کہ وہ لطیف (الطیف والا اور اور اک سے منزہ) اور باخبر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے مشرکین کی سرشت میں عالم کا ماسوی اللہ ہونے کی وجہ شہ باب باری تعالیٰ کا خیال بسا ہوا تھا اور اپنے بتوں کو واقعی شریک و شفیع مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر نہیں ہے وہ اپنی جہت رکھتا ہے اور بت اپنی خبر رکھتے ہیں جیسے ہم میں سے ہر ایک اپنی خبر رکھتا ہے اور دوسروں کے واقعات سے بیخبر رہتا ہے اور جناب باری تعالیٰ اور بت بعض امور میں باہم مشورہ کرتے ہیں اور بعض امور کو ہر ایک اپنے علم کے موافق انجام دیتا ہے اس لئے آیہ کریمہ (اتقون اللہ) سے ان کے زعم فاسد کی تردید کی گئی کہ خداوند عالم کو کوئی ایسی خبر نہیں دے سکتا جس کو وہ نہ جانتا ہو بلکہ جس شے کی خبر اس کو دی جائے وہ اسکو خبر دینے سے پہلے بخوبی جانتا ہے جس طرح کہ وہ شے ہے اس شے کا علم اس شے کی حیثیت کے ساتھ جیسے کہ وہ خداوند عالم کو کامل طور پر لازماً وابداً قدیم ہے خواہ وہ شے ثبوتی ہو یا سلبی ہر صورت کسی مرتبہ کی ہو وہ معلوم جناب باری ہوتے سے کنارہ کش نہیں ہو سکتی ناظرین کے روبرو ایک مثال پیش کی جاتی ہے جس سے ان کو

معلوم ہو جائیگا آئیہ کریمہ کا مفہوم و حقیقت کیا ہے۔ بجز اگر زید کو ایک ایسی
 ایسی شے کی خبر دے کہ زید اس کے ہوئے اور نہونے کو جانتا ہو
 اور اس کے جاننے میں کوئی امر غلط واقع نہو اور بجز کے خیال میں
 یہہ سمایا ہو کہ زید اس کو نہیں جانتا خواہ وہ خبر ثبوتی ہو یا سلبی یا ثبوتی ہو اور
 واقع میں سلبی یا سلبی ہو اور واقع میں ثبوتی تو زید اسکو یہہ جواب دیگا کہ تو
 مجھکو ایسی شے کی خبر دیتا ہے جس کو میں نہیں جانتا یہہ تیرا خیال باطل
 میں تو اسکو جو کچھ ہے یا نہیں ہے خوب جانتا ہوں۔ زید کو بجز کے مقابلہ
 میں جب یہہ جواب دینے کا حق حاصل ہے تو خداوند عالم کو تو مشرکین
 کے مقابلہ میں بدرجہا حق حاصل ہے۔ اور ایسی ہی قول سے مشرکین
 کے زعم فاسد کی بیخ کنی ہوتی ہے نہ اس معنی کے اعتبار کرتے
 کہ قطعاً مجھ غنہ کے علم سے لاعلمی ظاہر ہے اور کھے کہ وہ شرکاً آسمان
 میں کہاں رہتے ہیں اور زمین میں کہاں بستے ہیں معلوم نہیں جس سے
 ان کے زعم فاسد کی اور تاکید ہوتی ہے کہ نہیں جانتا نہ کہ تردید زعم
 فاسد مشرکین تو مشرکین ہیں مومنین کے لئے بھی یہہ مفہوم نامناسب ہے
 اور سیاق آئیہ کریمہ (۱ قُبْنُونُ اللّٰہ) جس پہلو پر ہم تفسیر کر رہے ہیں
 اسیکو بتلا رہا ہے نہ دوسرے پہلو کو جو مفسرین نے ذکر کیا ہے
 اگر مفسرین کا پہلو اختیار کیا جائے تو باوجود ان خرابیوں کے جو ہم ذکر
 کر آئے ہیں اور کر رہے ہیں ایک بڑی خرابی یہہ بھی پیدا ہوتی ہے
 کہ بغوذاً اللہ آئیہ مذکورہ دوسری آئیہ کی قطعاً مخالف ظاہر ہوتی ہے
 وہ دوسری آئیہ کریمہ یہہ ہے (۱) اللّٰہ یعلم ما یدعون من
 جہنم من شئی یعنی تمحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس چیز کو

جبر پکارتے ہیں (عبادت کرتے ہیں) اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی
 شے کیوں نہ ہو مفہوم میں پہلی آیہ میں عدم علم کے قائل ہو گئے
 اور دوسری آیہ میں انہیں لازمی طور پر علم کے قائل ہونا ہو گا ورنہ کفر صریح
 ہے اور اگر ہماری تقریر کے موافق پہلو اختیار کیا جائے تو کوئی نزاع
 باقی نہیں رہتا اور ہر دو آیہ کا مفہوم معاف طور پر باہم متعارض ہو جاتا ہے
 اور کوئی نزاع قائم نہیں رہتی اور کفار پر حجت بالغہ قائم ہو جاتی ہے اور
 اللہ تعالیٰ کا علم ثابت ہو جاتا ہے اور کفار کی تباہی نہ منہ زوری برباد ہو جاتی
 اور کفار کے الزام دینے کے لئے اس پہلو سے بہتر آیہ مذکورہ میں
 کوئی اور پہلو نہیں ہے۔ کیونکہ علم کا پہلو پہلے کے پہلو سے بہتر ہے
 گو وہ کسی وجہ سے کیوں نہ ہو مشرکین کے زعم فاسد کی تائید ہونے
 کی وجہ یہ ہے کہ وہ خداوند علم کو اگرچہ خالق ارض و سموات مانتے
 تھے مگر ظاہر و باطن کا جاننے والا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے علم کو
 اپنے خیال فاسد میں ایک محدود قرار دیتے تھے اور اپنی دلی باتوں
 پر اسکو کوئی علم نہیں ہے جانتے تھے اس لئے چھپا چھپا کر مشورہ
 کیا کرتے تھے جس کی تردید میں بہت سے آیات قرآنیہ مذکور ہیں
 اور سب کے سب معاف طور پر بتلاتے ہیں کہ خداوند علم ظاہر و باطن
 کا جاننے والا ہے اس کے علم میں کوئی شے خواہ وہ کسی
 نوع کی کیوں نہ ہو قولاً یا عملاً یا وجوداً یا عدلاً سب کو وہ اس شے کی جیسی
 حیثیت ہو خوب جانتا ہے مشرکین کے زعم فاسد اور باطل پرستی کے
 نتیجوں کی عوجہ احکام مقام ہے اس کو یوں ذکر فرماتا ہے **وَاللّٰمُ وَمَا**
تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حُصْبٌ مِّمَّا تَكْتُمُونَ (اور وہ)

یعنی تم اور جس کی تم اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے
 سب کے سب جہنم کے کندھے ہیں اور جہنم میں ضرور داخل ہونے والے
 ہیں۔ اس آئیہ کریمہ کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکین اور ان کے
 بت جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے شریک یا اپنے
 لئے شفیع مانتے تھے وہ سب مانتے اپنے بتوں کے ضرور دوزخ میں
 داخل ہونے والے ہیں جو معبود کہ مستحق عبادت نہ تھے اور اپنی
 عبادت کروانا چاہتے تھے یا عبادت کی جانے پر باوجود قادر ہونے
 تمنے منع کرتے تھے یا اپنے لئے مرتبہ الوہیت میں کسی نہ کسی
 نوع کا خط لینے کا خیال رکھتے تھے وہ سب ساتھ اپنی پرستش کرنیوالوں
 کے داخل عذاب و دوزخ ہونگے اور ان کا مقام دوزخ ہوگا اور جنہوں
 نے اپنی پرستش سے منع کیا ہے یا بوجہ استغراق فی اللہ و غلبہ
 فناکیت یا بوجہ جنوں اور زوال عقل گوہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو اپنی پرستش
 کی جانے کی اطلاع نہ رکھتے ہوں یا انہیں منع کرنا کا موقع نہ ملا ہو وہ
 باطل پرستوں کے ساتھ مذاہب جہنم میں داخل نہ ہونگے اور ان کی
 پرستش کرنیوالوں سے بدوزقیاست بری ہو جائیگی۔ پرستش کرنے
 والے اور پرستش کرانے والوں کا دار و مدار فساد باطنی پر ہے جو اپنے
 نفسوں کو نہ سمجھنے کی وجہ قائل ہے اور اگر وہ خود کو پہچانتے تو فوراً
 مودع ہو جاتے اور ہنداردوئی سے نکل جاتے ان کے طبائع و
 نفوس میں شرک اس قدر شکنجہ ہو گیا تھا کہ جس سے انکا نکلنا دشوار
 تھا اور وقتاً فوقتاً بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ ان کے روبرو گویا اللہ کی
 شکل میں تمثال ہو گیا اور وہ اس کی پرستش کرنے لگے یا کروانا شروع

کیا اور حقیقت وہ ان کی خواہش نفسانی تھی جس کو انہوں نے معبود مان لیا تھا اور کوئی شے جس کا ثبوت آیہ کریمہ (افوا یتعنن اتخذ الہمۃ هو) سے ملتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کیا دیکھا آپ نے اے نبی کریم اس شخص کو جو اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا ہے) اگر کفار و مشرکین اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود نہ بناتے تو داخل عذاب ابدی نہ ہوتے۔ اگر وہ اپنے نفسوں کو حادث اور نفسوں کے خواہشات کو باطل و مضر اور نفسوں کے پیدا کرنے والے اور جلائے والے اور مارنے والے کو اور اس کے کلام کو حق جانتے اور اپنی رستی ہوہوم کو بمقابلہ حق تعالیٰ عدم مانتے تو خواہشات نفسانی کے پھندے سے نجات پا کر داخل راحت ابدی ہوتی۔ انہوں نے نادانی سے اپنے آپ پر برائی کا فیصلہ کر لیا اور ہمیشہ کے لئے شقاوت میں مبتلا رہے۔ اور جو شخص کہ اپنے حادث علم کے ذریعہ اور اپنی عقلی دلائل کے گھنڈ پر خداوند عالم کے متعلق سورہ ادبی سے پیش آئے تو وہ سورہ ادبی اسی کے گلے میں باندھے جائیگی اور خداوند عالم کے علم میں اس کے سورہ ادبی کرنے سے نقص نہیں آتا جیسے کہ مشرکین کے شرک کرنے سے اس کی ذات و صفات میں کوئی نقص نہیں آیا بلکہ وہی خود اپنی برائی کی وجہ برائی میں پھنسے رہے بناء علیہ خداوند عالم کے جانب وجود متنع و مصداق شریک کے بارے میں چل و عدم علم کی نسبت کرنا کفر ہے خواہ وہ عدم علم کی نسبت نفی کیوں نہ ہو۔ اگر مفسرین کی نظر ہماری تقریر کے موافق جناب باری تعالیٰ کے متنعات کو جاننے کے متعلق صحیح پہلو پر پڑتی تو اس کی پہلائی معلوم کر کے فاسد پہلو کی تردید کرتے اور حق پہلو اختیار کرتے چونکہ ہر مہند و مفسر کا مخطی و مصیبت ہونا لازمی اور جو خطا ان سے صادر

ہوتی ہے وہ عمدہ نہیں ہوتی بلکہ عدم اطلاع کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے جو شخص ان کی خطا کو جو حقیقت لغزش ہے معلوم کر لے تو اس کا فریضہ ہوگا کہ اس کو ترک کرے اور جو حق ثابت ہو اس پر عمل کرے مجتہدین کو چونکہ ان کی نظر اظہار حق پر مبنی رہتی ہے اس لئے وہ لغزش کہائیں تو بھی ان کو لغزش کہا نے پر ایک وجہ ابر ملنا چاہیے جو ان کی محنت و اجتہاد کا نتیجہ ہے کیونکہ ان کی نیت توسع پر تھی اور حق کے اظہار کرنے کی نیت باعث ابر و ثواب ہے مگر جو لوگ لغزش و خطا کے امر پر واقف ہونے کے بعد بھی اس کو ترک نہیں کرتے وہ روز قیامت ضرور سؤل ہوں گے اور انہیں جواب دینا ہوگا لہذا ہر موجد مسلم کا فریضہ ہے کہ وہ ہر طرح کی برائی سے حتیٰ الوسع بچتا رہے جس سے اس کے دین و ایمان میں سلامتی حاصل ہو اور اسپسے رب سے روز قیامت ایمان کے ساتھ ملے فقط

کاتبہ خادم العلماء سید ابراہیم بن سید عباس الرضوی ادیب المدرستہ النظامیہ

تقریظ

از کلاک و در ملک جناب عالم علامہ فاضل فہامہ سید العلماء اکملین تدریۃ الفضل الاساطین راس المحققین جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ حاوی المسائل الالہیہ و دینی الآلیہ آقا سید عبداللہ خاں النخاطب بہ ثواب نیر جناب بہادر ادام اللہ ظلہ العالی ما طام الہماؤ للذہب نجل العلماء الفہامہ اشرف ذریۃ صاحب الفہامہ منبع معالم عقلیہ منبع فہامہ فقیر عارف معارف الہیہ باق ہوائف و ینیہ المقصد العما و للاجتہاد آقا کی آقا یان آقا سید علی شوشتری النخاطب بہ سلطان العلماء ادیب الدولہ سادہ الملک

اعلیٰ الله مقامه و رفیع کلمته و کلامه - **هو المعز**
 نور حدیقه سیادت و نور حدیقه سعادت فضائل مآب قواضل ایاب انفاضل القائل
 بین الحق و الباطل مصداق و سلام علی ابراهیم صدیق جمیم و تنقیق خنیم مولوی لودمی
 المولوی السید ابراهیم دام فضل الجسیم و فیضه العیم آنچه بقلم جاد و رقم نوشته
 و در ادوی تحقیق نوشته الحق نهایت محقق و بغایت مدقق شکر الله سعید من الابد و الی
 الختم بطور لزوم و ختم بحال تامل دیدم و در میزان تحقیق بنجیدم کتاب را بری از عیب
 و عری از شائیه ریب یا نتم آفرین تمدای بر پدری که وی آورد و ماورش که زاد
 و انا اقل السادات و العلماء عبد الله بن علی الموسوی الحنابل به نیر جنگ -

تقریظ

از اعلم علمای زمان افضل فضل و دران جامع معقول و منقول حاوی فروع و ادبها
 عالم ربانی قائل لاثانی شیعخ المحققین سرآمد کمال و اعظین عالم الباطن و الظاهر
 ذی الفضل الباهر العلم الفخرفی علم الدین با هر صفت مولانا شیخنا مولوی محمد
 عبد القادر صاحب قبله دام ظله العالی ما دامت الایام و الالیالی -

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ تعالیٰ ونصلی علی النبی الکریم

فاضل محقق ادیب ادیب مولانا مولوی سید ابراہیم صاحب رضوی زیادہ برکاتہ
 و عجم افاضاتہ نے اس مسئلہ سمجھوتہ عنہا میں جو کچھ لکھا ہے ان کی دقت
 نظری وحدت بصری پر دلالت کرتا ہے بے غرض اور ایک سید ہی
 راہ ادب اختیار کی ہے اس راہ کا چلنے والا فرشتہ الاقیام سے محفوظ رہ کر
 بے روک ٹوک منزل مقصود رضائے الہی عز اسمہ تک پہنچ جاتا ہے
 محققانہ نظر ڈالی ہے اور مالحذا وھا علیھا سے اچھی طرح بشرح و بسط
 بحث کی ہے اور دوسروں کے لئے بغیر اس کے کہ اسی کو دہرا کر
 ہو کر کر دیں اور کوئی امر اٹھا نہیں رکھا اب میں جو کچھ لکھو گا یہی ہو گا گو
 اسی و نہراؤ نکایا اس کے بعض اجمال کی تفصیل کرونگا بس۔ درحقیقت
 آیہ کہ (تَلْبِثُونَ اللّٰهَ مَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ
 مَسْجِدًا يُّدْعٰى اِلَيْهِمْ لِيَشْرُكُوْا) سے عدم علم الہی عز اسمہ کا استنباط بہ نسبت غریب
 باری ہے جس سے خود نہیں ہے اور آیہ کہ (اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ
 مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَيْءٍ) سے چشم پوشی کی گئی ہے یہ آیہ کہ (اِنَّ اللّٰهَ

یعلمہ ما یدعون من دونه الخ بصراحت ووضاحت وبتظاہر نص علم الہی کو نسبت ان بتوں کے جن کو کفار شرک ایک باری مانتے تھے مکرراً ثابت کر رہی ہے اگر یہ بات مان لی جائے کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے تو عند التعارض اصول پہلے امر مقرر ہے کہ وجہ ترجیح ان دونوں تعارض دلائل میں تالاش کر لیجائے اور جب کوئی وجہ ترجیح پائی جاتی ہے تو دلیل راجح قابل تمسک اور دلیل مرجوح ساقط ہے اور جب دونوں قوت میں مساوی مساوی ہیں تو دونوں ساقط اور نا قابل احتجاج ہیں اس صورت میں اصل حقیقت شے کی طرف رجوع کرنا لازم ہوگا اب لیجئے ان دونوں آیتوں کا مقابلہ کر لیجئے آیہ (تَلْبِثُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْْلَمُ) میں عدم علم کا ایک سرسری بیان ہے اور بمطابق اصول علم معانی کوئی تاکید ہی لفظ مستعمل نہیں ہوا اور نہ طریقہ بیان تاکید بخش ہے بخلاف اس کے کہ آیہ (إِنَّ اللَّهَ يَعْْلَمُ) میں تاکید علی التأكيد لفظاً ومعنی اختیار کی گئی ہے۔ دیکھو ان کی لفظی مطابقت اصول محض تاکید کے لئے موضوع ہے) اس آیت میں مستعمل ہے اور لفظ تاکید (إِنَّ) کے بعد اللہ یعلم جملہ اسمیہ ہے جو ثبوت دوام کے افادہ کے علاوہ ایک خاص تاکید کا فائدہ مزید برآں دیتا ہے اور علاوہ برآں اسم اللہ مبتدا اور اسم ظاہر ہے اور پھر یعلم کی ضمیر جو اس اسم مبارک کے طرف راجع ہے عکس کار کا فائدہ دیر ہی ہے جو مخاطب طاق اصول علم معانی کو مکرر مفہوم جملہ ہے اور تقدم فاعل (یعنی اللہ) پر فعل (یعنی یعلم) بھی تاکید کی تاکید کر رہا ہے اب بتلائے کہ جب اس آیت کریمہ میں اس قدر متعدد تاکیدات کے ساتھ خدا کے پاک نام نے علم کو دین بتوں کی نسبت جو شرک باری بزرگ کفار گروا لئے

گھٹے تھے ثابت کر رہا ہے تو کیونکر یہ تمسک اس آئیہ کریمہ کے جس میں محض سرسری طور پر انہیں بتوں کے نسبت لاعلمی کا اظہار فرمایا جا رہا ہے اس تاکید می حکم واجب الزمان سے چشم پوشی ہو سکتی ہے اگر لغزش طینت بشریہ کا اعتراف اس چشم پوشی میں ہے اور درخواست معافی برائت تو البتہ قابل عفو ایسے چشم پوشی بعض کرم ہو سکتی ہے والا یہ تو بے حد خطرناک امر ہے العیاذ باللہ دنیا

ظلمنا انفسنا وان لم تعفنا لنكونن من الخاسرين۔ ہم نے مخاطب صاحب کے خاطر تنفر لا ان دو آیتوں میں تعارض مانا تھا جس کی ہم نے قلعی کو لڑی رجاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان ظلوفاً اب ہمارے اس معروضہ ثانی پر ذرا سی دلی توجہ مبذول فرمائے اور نظرائعنا اور غور سے کام لیجئے تو انشا اللہ تعالیٰ ہماری یہ تفسیر تائید حق ثابت کر آپ کی نظر انور میں حقیقت الامر کا منور چہرہ پیش کر دی گئی۔

حق یہ ہے کہ دو آیتوں میں تعارض نہیں ہے بلکہ تعاضد و تعاون ہے شہید کریم راتلون اللہ بھالا یعلمہ میں کلمہ لا یعلمہ اپنی حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہوا ہے بلکہ اس مقام پر اس کے مجازوی معنی مقصود ہیں عرب کے محاورہ پر ہی حصر نہیں ہے بلکہ ہر زبان میں لفظ لا یعلمہ عربی۔ یا تمید انعم نارسى۔ یا میں نہیں جانتا اردو محاورہ رات و دن کی بھل چال میں تحقیق و تدلیل و کوہین مخاطب یا معتقد مخاطب کے معنی میں مجاز استعمال ہوتا ہے اور یہ استعمال علی العموم شایع و ذائع جس طرح کہ عربی میں جملہ لا اعلمہ انک من مشی اور نارسى میں غید انم کہ تو چنری استی اور اردو میں میں نہیں جانتا ہوں کہ تو کوئی

چیز ہے اپنی حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ اس سے صرف اظہار حقارت مخاطب مقصود ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جس سے خطاب ہو رہا ہے کہ تو کوئی چیز نہیں ہے وہ ایک شخصے حاضر اور مصور شکل انسان موجود فی الخارج ہے پھر تو کوئی چیز نہیں ہے کا مصداق کب اس محل میں صادق ہو سکتا ہے وہ تو مراحۃ کذب سے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ جملہ مجازی معنی پر دلالت کرتا ہے جو تحقیق و دلیل و توہین مخاطب ہے اور رات دن عام بول چال میں ہر فصیح و فہرغ اس جملہ کا استعمال جو کیا کرتے ہیں وہ ظاہر ہے اسی طرح خدا سے پاک نے یہ سبیل محاورہ عام بغرض تحقیق و دلیل و توہین و اظہار ساقط الاعتباری انکار مشرکین سے یہ فرمایا کہ لا تلبثون اللہ ہما لا یعلم کیا خدا سے پاک کو ایسے چیز کے خبر دیتے ہو جس کو وہ نہیں جانتا یعنی جن کی عزت اُس کے پاس کچھ ہی نہیں ہے اور وہ اس کے پاس نہایت حقیر و ذلیل و خواہر ساقط عن الاعتبار ہیں اور کلام وہی ہے جو حسب مقتضائے حال صادر ہوا ہو اقتضاء حال یہاں اسی طرز ادا کا مقتضی تھا کیونکہ مشرکین نے ان بتوں کو شفع عند اللہ بھی مانا تھا اس وقت انکا جواب اس طریق پر ادا ہونا فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے کیونکہ شفع کی شان یہ ہے کہ اس کی عزت و عظمت جس مقدس دربار میں ان کی سفارش پیش کی جانے سے ثابت ہو اور وہ صاحب دربار اس شفع کو خوب جانتا ہو تو کیا بلکہ اس سے محبت رکھتا ہو الفت رکھتا ہو اُنس رکھتا ہو اور اس کی عزت و عظمت و آبرو کا طرفدار ہو والا شفاعت کا اثر پیدا ہوگا اور اگر کوئی بیوقوف نادان پادشاہ کے دربار میں

پادشاہ کے پیشگاہ میں ایک ایسے شخص کا نام وسیلۃ بغرض نجات
دورات عن الجرم پیش کرے جو پادشاہ کا دشمن یا بغی ہو یا بذات خود
بغی تو نہ ہو مگر دوسروں کے خیال فاسد میں وہ پادشاہ کا ہمسرد و شریک ہے
مانا گیا ہو تو کیا یہ مجرم اس وسیلہ سے نجات پائے گا یا ہلاکت و تباہی
دربادی کے اسباب کو قوت دے گا اور ہلاکت و یاس ہو کر رہ جائیگا
پادشاہ تو ان فاسد خیالوں کی وجہ سے اس سے بدل ناراض ہے پس
ایسے مکر وہ اور مضروب کے ذکر سے کب وہ خوش ہو سکتا ہے اور
جب پادشاہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس مجرم نے اُس مضروب کی سفارش
یا نام کا وسیلہ اس واسطے پیش کیا ہے کہ بزعم فاسد خود اس مضروب کو
میرا محبوب و مطلوب مانتا ہے تو پھر پادشاہ نے اُس سے کہا کہ تو جس کا
ذکر کر رہا ہے میں اس کو نہیں جانتا اس اظہار لاعلمی سے مطلب شاہی
یہ ہے کہ مجرم کی معیبت اور در دہلی و چونہ ہو جائے اور خوب سمجھ لے
کہ عمر بھر جس کو پادشاہ کا دوست و قدیم یا شریک ہم نے سمجھا تھا اور
اس کی پوجا کی تھی محض بیکار ثابت ہو گئی اور پھر اسی وقت میں جو ہر طرح
سے گرفتار پنجہ عذاب ہو چکے جناب عالی اس آئہ کرمیہ میں خدا سے پاک
اظہار لاعلمی سے ہی مقصود بنا جو بیان ہو چکا اور بدلائل قشعی بخش ثابت
کر دیا گیا ورنہ لات و منات و عزت کو ہر انسان جانتا تھا کہ وہ اصنام
ہیں جس کی پرستش کی جا رہی ہے اور خدا سے پاک کے شریک
تپ پرستوں کے یہاں پائے جاتے ہیں تو کیا خدا سے پاک کو اس
کا علم نہ تھا افسوس ایسے سمجھ پر اور ہزار افسوس۔ بات تو صاف صاف
تھی مگر بے سمجھ کا نام ہو اس نے ادب کا بھی پاس نکلیا اعلام الغیوب علیم

بذات الصدور کی نسبت لاعلمی کا اقرار کر لیا اب ہماری تقریر اس مسئلہ میں
 میں منقولی حصہ سے ختم ہو گئی اور بفضلہ تعالیٰ شانہ ثابت ہو چکا کہ خداے پاک
 شریک باری اور ان بتوں کو جو شریک مانے جاتے اور پار جاتے تھے
 ضرور جانتا تھا اور جانتا ہے جو خود بتا کیدات متعذروہ اپنے اس علم کی خبر
 دے رہا ہے کہ ان الذہ بعلمہ صایدعون من دونہ من شئی (کنز دُرر)
 ضرور شک و شبہ و بریقین کلی خداے پاک بخونی جانتا ہے جس کو
 وہ دشمنی پکارتے (عبادت کرتے) ہیں (وہ کوئی چیز کیوں نہیں)
 اور ہمارا اس حکم الہی عزاسمہ ہر ایمان ہے اور ہم اپنی حیات و زندگی میں
 اعتقاد پر جیتے ہیں (بما احینا علی السنۃ والہدایا علیہا واختلافنا فیہا)
 اب رہی معقول غیر مقبول عند اہل العقول والنحوں کی بحث سے فہرست
 کی گئی کاریاں و رنگ آمیزیاں اور ان کا تشدیق اور نہ پہاڑ بچو اس باب
 و اس خناس کے سوا اور کوئی نتیجہ بخش امر نہیں ہے خوب اند و خنہ اند
 و بلند اند۔ شیر قالین ہیں کہ نہ پٹا ہوا ہے و انت سنگلے ہوئے ہیں پیچہ
 خونی بانا خنہ ہے و از دراز ہے حملے کے لئے تیار ہے مخاطب پر وہ
 چرزد و شور حملہ ہے کہ گویا کہا ہی جاتا ہے پیچہ حقیقت نہ پیر ہوئی دم نہ
 درود۔ ابھی کچھ کہا تھا کہ پھر کچھ اس کے خلاف میں کہنے لگے اپنے
 اقوال یا مقدم کی تردید کا خیال نہ تحقیق کا ابھی ایک امر کے مشدد تھے
 ابھی اسی امر کے ناجی دکھاو بہت بڑا مگر ذاکر اس باب یقیناً
 بحسب العظماء ملکی مکان کی نمائش بہت بہتہ مرکبیت العنکبوت اور
 لان اوہن البتوت بیت العنکبوت کے مصداق : الفاظ شاندار
 مگر معنی ناپید۔ تعریفات مجہول تحدیدات نامعقول حجتہ الاسلام

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے تصنیفات ذرا غور سے ملاحظہ فرمائے
 بالخصوص اس کی کتاب نہایت الفلاسفہ و حکمین تو معلوم ہوگا کہ ان فلاسفہ کی
 فیلسوفیت محض افلاس و ابلاس کے علاوہ اور کوئی فائدہ بخش نتیجہ نہیں
 پیدا کر سکتے چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ نہایت الفلاسفہ میں استاد
 فرماتے ہیں (لیعلم ان الخوض فی حکایۃ اختلاف الفلاسفہ
 تطویل فان خطبہم طویل و فرائضہم کثیر و آراءہم ملتئمہ و
 و طریقہم متباعدہ و متداد ابرت) پھر اس کے بعد ارسطاطالیس
 کے اختلاف کا ذکر فرمایا اور بتلایا ہے کہ اس نے تمام حکماء متقدمین
 کے اقوال رد کر دیے تا انکہ اپنے استاد افلاطون کی بھی خبر لی اور
 اس منافقت استاد کہہ غدر میں ارسطاطالیس نے بوضاحت تمام
 ارشاد فرمایا افلاطون صدیق و الحق صدیق و الحق صدیق و الحق صدیق
 پھر امام ارشاد فرماتے ہیں انما لقلنا هذه الحکایۃ عنہم لیعلم ان
 لا ثبت ولا ايقان لمدہبہم عندہم و انہم یحکمون بظن
 و تخمین من غیر تحقیق و یقین یعنی ہم نے اس حکایت کو اس
 واسطے نقل کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ انکا مذہب خود اس کے پاس
 بوجہ اہدایہ غیر ثابت و غیر متیقن ہے اور ان حکماء نے بے یقین
 و بے تحقیق محض ظن اور اھکل پر اپنے مذہب کی بنیاد ڈالی ہے اور
 اھکل و گماں پر بھی ہر مسئلہ میں حکم لگایا ہے۔ اور اس سے پہلے ابتداء
 دیباچہ میں ان کے مقلدین فلاسفہ کی حقیقت کا اظہار فرماتے ہوئے
 ارشاد فرماتے ہیں کہ ان مقلدین کو ان حکماء کے موٹے موٹے
 ناموں نے دھوکا دے دیا ہے کقولہ و انما مصدر کفرہم سناہم

اسامی ہا کلتہ کسقاط و بقراط و افلاطون و ارسطاطالین
 و امثالہم ہم نے امام حجتہ الاسلام غزالی علیہ الرحمۃ کا قول
 اس واسطے پیش کیا ہے تاکہ وہ ہماری سپر بنے رہے درحقیقت
 مغزخفات فلسفہ کی مثال ایسے ہے جیسے زربفت سرپوش واسے
 خوان کے اندر غلیظ رکھا ہوا ان کے الفاظ شائستہ و شہید شیطانی
 کے شکار کی تنبی ہیں جس طرح ان کے نام ہیبت انگن میں بقراط
 امام علیہ الرحمۃ جیسے سقراط بقراط مگر و کچھ معتبر بقبر ہی ہے ان کے
 لئے آخرت میں تو سقر ہے دنیا میں مثل قنابل تحقیق کے چھری کے
 تلے ان کے گلے گھٹے جاتے ہیں اب ہم بتلاتے ہیں کہ مکار
 فلاسفہ کے اقوال اور خود حکما باہم مختلف کیوں ہیں۔ اس میں شک
 نہیں ہے کہ عقل ایک جبرہ لطیف نورانی ہے اس نے اصلی فطرت
 پر جب تک یہ قائم رہتی ہے اور کوئی غشاوہ ظلمانی نفسانی اس پر چھایا
 نہیں جاتا ہے تو ضرور اپنی فطری نور سے اشبار کا ادراک کر سکتی ہے
 مگر اسکا نور صرف ظاہر شے کا مدرک ہو سکتا ہے باطنی شے پر اسکی
 نظر نہیں پڑتی کیونکہ اس کے نور فطری میں وہ قوت نہیں ہے جو
 پردہ کے اندر اپنی رسائی پیدا کر سکے اور یہ ظاہر ہے کہ تمام ذات
 کائنات کی ضرور دو صورتیں ہیں ایک صورت ظاہری دوسری
 صورت باطنی ظاہر باطن کا پردہ ہے عقل محض کی نظر ظاہر پر ہے جسکی
 تعبیر خود بقول حکماء اعراض و تشخصات کے کی جاتی ہے اور ان
 اعراض و تشخصات کا پردہ ذات شے پر ہمیشہ پڑا رہتا ہے اس لئے
 ذات ہر شے محبوب پر حجاب تشخصات زائدہ علی الذات ہے اور

اس کے ساتھ ہی ہر حکیم قابل ہے کہ ذات ہر شے ہر شے میں مبہم ہے
 معرفت شے محض تشخصات و اعراض لاحقہ بذات شے سے
 ہوتی ہے اور پھر اعراض قابل تبدل و تغیر اور ہر آن معرض زوال میں
 ہیں اور ہر آن یہ پردہ یا یہ لباس ذات اشیاء کا بدلتا جاتا ہے جب
 ذات شے پر نظر ممنوع ہے کیوں کہ تشخصات و اعراض کا پردہ مانع
 و حاجب ہو گیا ہے اور یہ پردہ یا یہ لباس ہر آن بدلتا ہے تو
 عقل ظاہر بین کی نظر میں ہر آن ہر شے جدید ہے اس لئے ایک
 ہی ذات شے پر بہ لحاظ لباس ان کے پاس ہر آن جدید احکام لگا
 دے جاتے ہیں عام اس سے کہ حکم ثانی حکم اول کا موافق یا مخالف
 پس یہی وجہ توی اٹکے اختلافات کی ہے اس لئے ان کے اقوال
 حقیقت میں حضرات مقدس کے یہاں ناقابل اعتماد اور محض دروغ
 و باطل ہیں کیونکہ ان کی نظر لباس پر نہیں ہے بلکہ حقیقت شے پر
 ان کی نظر میں پڑ ہی ہوئی ہو یا نہ رہا جا بجاست و عاے خبر صادق -
 (اللہم اذنا حقنا الذی از شہا و کما اھم) ہر آن جنوہ حقیقت سے ان نظر اور
 میں نمایاں ہے (انفقوا من امر استہ المؤمن فاندینظر بنور اللہ)
 کے یہ مقدس حضرات میں ہیں یہ کون ہیں یہ وہ ہیں جنکا
 قبیلہ عقل ہو و غن (مستعدہ نظری سے منور تھا سراج مینر نبوت
 سے مشتعل ہو کر نور علی نور (یعنی نور اللہ بنور اللہ من لیساع)
 کا مصداق بن گیا ہے نور نبوت نور فطرت عقل دونوں کے امتزاج
 سے وہ نورانی حاصل کی ہے جو بار بار آواز بلند علی روس
 الاشہاد آواز و (لو کشف الغطاء ما ازوت

یقیناً) یعنی عروس حقیقت کو حجاب و نقاب تشخصات کے پردہ کے ساتھ ہم نے ایسا پہچان لیا ہے کہ پردہ اٹھا بھی دیا جائے گا تو وہی عروس حقیقت اس پردہ سے ظاہر ہوگی جس کو بصورت پردہ ہم نے پہچان لیا تھا ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ کوئی نئی بات زاید پیدا ہوگی اہل انصاف جانتے ہیں کہ قابل الاتباع یہی مقدس حضرات ہیں جن کے عقول مشعل بنور نبوت ہو چکے ہیں اور جن کی نظر پردہ پھاند کر حقیقت شے کا جلوہ دیکھا کرتی ہے نہ کہ حکما ر غیر متبع لیدین اللہ جن کی عقل اور نبوت سے مستفید نہیں ہوئے ان کے عقول کی روشنائی اہل حق کے عقول کے روبرو ایسے ہے جیسے کرم شب تاب دجلوں کی چمک و یک آفتاب کے پرزوں میں حکما ر کے عقول ناقصہ ان عقول کاملہ کے حضور گم و ناپید و بے نور ہیں حقیقت میں حضرات کے اقوال باہم مختلف نہیں ہیں اور نہ ایک حکیم حقانی دوسرے حکیم حقانی کا راد ہے بخلاف حکما رے فلاسفہ خود انکا قول آخر ایک قول سابق کا مخالف و نیز حکما ر فلاسفہ کے اقوال بعض دوسرے حکما ر فلاسفہ کے خلاف الیاذ بانہ اس وقت تک ان حکما ر بے حکمت نے عالم کو جکڑ میں ڈال رکھا ہے حکما ر سابق کے وہ مشوقہ زمین جس نے خال سیاہ و خسارہ مرجین کے طرح تمام عالم الؤلر کو اپنا شیفہ و فریقہ بنا لیا تھا آفتاب جہاں تاب جس کی پرستش کو عالم کا ایک حصہ اپنی نجات و برات کا وثیقہ مان رکھا ہے رات دن پردانہ دار اس خال سیاہ پر فدا ہوتا ہے اور اس کی آتش عشق سے جل رہا تھا اور بخلموس تمام چادر لور کا احرام باندھ کر اس کے گرد اگر لطافت کرتا تھا اب وہ خود مشوقہ عاشق جان دادہ ہو کر گرہ لگ کر دانستہ

تعبداً پھر لگا رہی ہے اور وہ ہفت آسمان اور اس کے بلورین طبقات
منقش بنقوش و لکش انجم و کوکب آج صفحہ ہستی سے گم ہیں اور آج
حکماً سابق الحق کا مضحکہ اور نشان تیر طمانت بنے ہوئے ہیں اور
سچے مبارک خطاب حکیم سے جیسے سابقین ممتاز تھے لاحقین بھی
ایسے خطاب سے سرفراز ہیں بتلائے کون سچے اور کون جھوٹے کون
سے واقف حقیقت اور کون غافل از حق ہیں اور کون قابل اتباع ہیں
اور کون قابل اعراض۔ حکیم وہ ہیں کہ یہ کس کو مانیں اور کس کو رد کریں دُعا
حضرات خود ہم کو بتلا دیں کیا حکمت اسی کا نام ہے۔ ابھی حکیم تھے
ابھی جاہل ہو گئے ابھی مبسوع تھے ابھی تابع ابھی عزیز تھے ابھی
ذلیل۔ جناب عالی جو نور نبوت کا تابع نہ ہو وہ ہمیشہ اسی طرح خوار و ذلیل
ہو کر رہے گا (مُشَلِّحُ كِلَ الَّذِي اسْتَوْعَدْنَا دَاخِلًا اَصْحَابُ مَا)
حولہ ذهب اللہ بنورہم وترکہم فی ظلمات (ایبصر و ن) حضرات
مقدسہ بالبعان النوار نبوت روشن شمع میں جس کے انوار نیرین و زمان
کو منور کر رکھا ہے (اللہ نور السموات والارض) یہ حضرات اور
ان کے ارواح مقدسہ اور عقول مطہرہ منور بانوار الہیہ ہیں ان کی نظر
خداے پاک کی نظر ہے اور یہ مومن ہیں (اتقوا من فر است
المومن فانه ينظر في نور اللہ) ان کی شان ہے اور یہ محبوبان الہی
ہیں (فاذا احببہ کنت مسمی اللہ) لیسع بہ و لصرح اللہ
یہرید و لسانہ اللہ ینطق بمریدہ التی یطش بھا و رجلہ
التی میشی بھا فی لیسع لیسع لیسع و بی ینطق و بی یطش و بی
(مشی) ان کی خلقت خاصہ ہے ان کی اطاعت کرو تو نجات

پاؤ ان کو چھوڑو تو ہلاکت میں مبتلا ہو (اللهم ازلنا اقباعہم وجعلنا
 منہم آئین یا رب العالمین) اب آئے ذرا ہم ان فلاسفہ
 کے چند کلمات کی تحقیق کریں اور دیکھیں کہ صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں
 یا کوئی معنی بھی ہیں ہم کو فرصت نہیں ہے اور نہ ہمارا دل ایسے
 خرافات کے طرف مائل ہے صرف مجبوراً ہم ان فلاسفہ کے ایک
 دو اصطلاح کے متعلق کچھ عرض کر دیتے ہیں جو مسئلہ بھوٹ عہما سے
 متعلق ہے۔ واجب ممکن متعین یہ تین لفظ ہیں جسکو انہیں حضرات
 فلاسفہ نے وضع فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ کی وضع بمقابل موضوع
 ہو کر تھی ہے۔ اور نیز موضوع لہ وجوداً لفظ موضوع سے مقدم
 ہوتا ہے واجب کا موضوع لہ البتہ وضع و واضح موضوع تینوں سے
 ضرور مقدم تھا مگر ہٹا کے متعین کا موضوع لہ کیا تھا اور کیا ہے اور واضح
 لفظ متعین کی ذہن میں اسوقت یعنی بوقت وضع اس کے موضوع لہ کا تصور
 کس طرح قائم ٹھیک کہ متعین معدوم لیس شئی ہے اور اس لئے اس
 لفظ کی وضع کس طرح اور کس معنی کے مقابل میں کی ہے آیا وہ
 معنی ذہن واضح میں موجود تھا یا نہ تھا نہ تھا تو وضع لفظ متعین کے کوئی
 معنی نہیں اور تھا تو معدوم لیس شئی کے کیا معنی اور اسکا کیا مطلب
 اچھا بوقت وضع موضوع لہ کی خبر اس کو اس کے ذہن یا کسی دوسرے
 نے اسکو دی تھی یا نہیں اگر نہیں دی تھی اور اسکا معنی بھی نہیں ہے
 تو پھر لفظ متعین مہمل کیوں نہیں مانا جاتا اور اگر خبر دی تھی عام اس سے
 کہ وہ مجبّر خود اسکا ذہن تھا یا غیر تو ضرور متعین شئے کی تعریف میں داخل
 ہو گیا اور شئے ہونا متعین کا ثابت ہو گیا کہوں کہ شئے وہی ہے جس کی

خبر می جائے (اشیء بما یخبر عنه ویعلمہ) متنع کی خبر واضح ہو چکی
 تھی اور اس کا علم بھی اسکو حاصل ہو گیا تھا تو (ان اللہ بعث شیئ علیہ) میں
 داخل ہو گیا تو پھر یہ کہنا کہ متنع کا علم خدا سے پاک کو حاصل نہیں درحقیقت
 یہ مان لینا ہے کہ ایک ذلیل بندہ واضح لفظ متنع کو تو متنع کا علم حاصل ہے
 اور خدا سے پاک جو اس بندے کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے
 متنع کا علم نہیں رکھتا البتہ اسی طرح لفظ ممکن کو لیجھا ورتلا سے
 کہ بوقت وضع واضح کے ذہن میں ممکن کا تصور کس طریق پر تھا میرے پاس
 تو متنع کا تصور بہ نسبت تصور ممکن آسان ہے اور تصور ممکن شکل اس لئے
 ہے کہ عدم وجود دونو ایک دوسرے کے نقیض ہیں ان کا اجتماع
 جس طرح محال ہے ارفع بھی محال ہے وجود کا تصور عدم کے
 تصور کا مستلزم ہے اور عدم کا تصور وجود کے تصور کو لازم -
 جب واجب کا تصور ہوگا تو متنع کا تصور نقیضاً ہوگا اس طرح متنع کا تصور ہے
 ممکن کا تصور جبکو عدم ہے نہ وجود کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور ممکن
 کی تعریف میں تساوی عدم وجود مانا گیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ
 امر مسلم حکما ہے کہ جب تک ممکن پر افاضہ وجوب کا نہ ہو وہ موجود نہیں ہو سکتا
 یعنی بلا ترجیح ممکن وجود حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر معدومیت ممکن کی بلا ترجیح
 ہے جس کا معنی یہ ہوا کہ ممکن بلا افاضہ وجوب معدوم ہے اور پھر آپ نے
 ممکن کو شے مان لیا ہے اور معدوم کو ایسے شئی سبحان اللہ عجیب
 بیچ دینے کا راہ ہے سائل کا راہ لئے عمر عزیز طے سافیت میں صرف
 کردی مگر ہنوز گرفتار قدم ازل سے قدم اپنے مقام سے اٹھائی
 نہیں پھر مقصود تو کیا۔ یہ بتلائے کہ گہوڑوں یا مسوریان زید یا عمر موجود ہو سکتے

پہلے ممکن تھے یا واجب۔ واجب تو آپ انکو بتلا سکتے نہیں ضرور ممکن
 بتلا میں گے اور ممکن کو تو آپ نے بہ نتیجہ عکسہ غلا سفہ قبل از افاضہ
 وجوب معدوم مان لیا ہے اور افاضہ وجوب کے بعد تو وہ واجب
 ہے ممکن نہیں ہے اچھا یہ بتلائے کہ گیموں یا مسور یا زید یا عمر کو
 قبل از وجود خداے پاک جانتا تھا یا نہیں اگر فرما کیجئے کہ جانتا تھا تو علم
 معدوم ثابت ہو چکا اور اگر نہیں جانتا تھا تو لغو باللہ خداے پاک
 کے علم میں نقص لازم ہے جائیگا اور علم مابعدہ حادث کھلائے گا اب یہ
 بتلائے کہ گیموں اور مسور اور عمر کو خداے پاک قبل از وجود جو جانتا
 ہے وہ مفہوماً جانتا تھا یا مصداقاً وجوداً اگر آپ فرما کیجئے کہ صرف
 مفہوماً جانتا تھا تو مصداقاً وجوداً جو علم خدا ہے پاک کو ان کے نسبت
 حاصل ہوا ہے وہ ضرور علم حادث ہو گا لغو باللہ اور اگر قبل از وجود
 ان کو مفہوماً و مصداقاً وجوداً جانتا تھا تو ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اس طرح
 کہ جو مصداق اور وجود اس علم ازلی میں آپ گیموں یا مسور یا زید یا عمر کا
 قبل از وجود ثابت کریں گے وہی مصداق ہم متفق کا مانیں گے و بس
 اس طرح جیگر اسٹ جائیگا اور آپ ہم متفق القول والا اعتقاد ہو جائیگے
 اب آپ کا یہ ارشاد کہ گیموں کو مسور مسور کو گیموں نہیں جانتا لغو ہر جائیگے
 اسوائے گیموں اور مسور نام ہے لباس کا اور مردوں میں ایک ہی
 حقیقت جلوہ گر ہے اور یہ لباس آپ کے قول پر خداے پاک
 صورت گندم و عدس کا علم بعد الوجود حاصل کیا ہے جو حادث ہے
 اگر علم قدیم میں خداے پاک نے گیموں اور مسور کی صورت کو جان لیا
 ہے تو اس مرتبہ میں گیموں عین مسور ہے اور مسور عین گیموں ہے کیونکہ

خدا صدقاً اور وجود کے مرتبہ میں اسکو حاصل ہوا تو آپ کے قول پر ہے

علم اجمالی آلہی میں جو سمیٹت عقل ممکنات بتلایا جا رہا ہے ایک
 شے دوسرے شے سے مینہ نہیں ہے ہر شے دوسرے
 شے کا عین ہے گیموں مسور ہے مسور گیموں ہے آپ کا
 یہ کہنا کہ گیموں کو خدا سے پاک مسور اور مسور کو گیموں نہیں جانا
 یا غریب بے علم مومنوں کو چاہ ضلالت میں جھوٹا اپنا دلی مقصود
 یا آپ کا مبلغ علم اتنا ہی ہے جس سے گیموں اور مسور کو علیحدہ
 کر سکیں رہیں ٹھیک تو ہے گیموں اور مسور کو نجانے تو وال
 روٹی کے عاشق بھی نہ ہوتے۔ جب یہ علم اجمالی خدا سے پاک
 کو جمیع اشیاء اور ان کی عوارض و تشخصات کا علم ہے اور پھر
 ہر شے دوسرے شے کی عین ہے تو خدا سے پاک کو
 ہر شے سے اس کے ضد و نقیص کا علم بھی ازلہ حاصل ہے
 اور اس کے علم کا منجد و مفتوح ہے اور اس کے ذات
 و صفات حدوث و عوارض حدوث سے مقدس و مبرا ہے
 اور اس پر زمانہ کا اثر مرتب نہیں ہوتا تو پھر آپ کا یہ لکھنا کہ
 بعد الوجود اس وقت گیموں کو مسور مسور کو گیموں نہیں جانتا
 و حقیقت یہ کہنا ہے کہ خدا کی ذات و صفات قائل تغیر
 اور اس کا مثل ہمارے علم متحد و پذیر ہے اور وہ مکانی و
 زمانی ہے زمانہ کے اثر سے اس کا ذات یا صفات متاثر
 العباد باللہ خدا سے پاک ان تمام نسبتوں سے پاک
 ہے ازل سے لیکر اب تک اس کے نسبت آن و احد ہے
 اس وقت وہ جملہ عالم کو حالت اولے میں غیر موجود فی الخارج

دیکھ رہا ہے اور جان رہا ہے اس وقت اس کی نظر پاک
 اور علم مقدس میں گیموں مسور سے مسور گیموں سے ہمیز
 نہیں ہے بلکہ جو گیموں ہے وہ مسور ہے جو مسور ہے وہ
 گیموں (الان علی ما علیہم کان) اس کی شان عظیم ہے
 (سبحان رب العزت عما یصفون) اصطلاحات
 خواہ وہ معقول کے ہوں یا منقول کے ہمارے نسبت
 کرتے وہ اصطلاحات اپنے مفہام پر صادق آتے ہیں
 خارج داخل ذہن نفس الامر مفہوم مصداق وجود یہ تمام اصطلاحات
 ہمارے نسبت کرتے اپنے مفہام پر صادق آتے ہیں
 خداے پاک کی نسبت یہ کفنا وہ مفہوم جانتا ہے اور مصداق
 وجود انہیں جانتا کمال درجے کی سورا اعتقاد ہی وغایت درجے
 کی پہلے ادبی ہے۔ مفہوم و مصداق میں فرق کرنے والے
 ذرا میدان میں آکر اس فرق کو ثابت کر دکھائیں۔ بندوں
 کے نسبت کرتے ہوئے اس فرق کا ثبوت محال ہے
 چہ جا کہ خداے پاک کے نسبت کرتے ہوئے مفہوم
 و مصداق کا فرق ثابت کیا جائے جب وہاں زمانہ ہی نہیں
 ہے وہاں داخل خارج ہی نہیں ہے اور فرق و ہمیز کی
 گنجائش ہی نہیں اور گفتگو کا محل ہی نہیں ہے اور چون
 و چرا کی جگہ ہی نہیں ہے بلکہ چون و چرا اور چون کا گذر ہی
 نہیں تو ہم کہیں کہ اس ذات پاک کے علم میں اس حادث
 ناقص منہ سے گفتگو کی جائے (ھو الاول فی عین

آخر یہ والا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے

ظاہریہ) جس کی شان ہو اس کی ذات یا علم کی نسبت
 ظاہر و باطن ذہن و خارج کی تغیرات محض وہم محض خیال
 فاسد اور شیطانی مکائد و ساس کے سوا اور کیا
 ہو سکتا ہے خداے پاک تمام مسلمانوں کو اس سوء اعتقاد
 سے بچائے اور جن اہل علم نے قلم اٹھایا ہے اُن کو
 اور ہم کو اپنے فضل سے بخش دے اور سیدھے راہ
 لگا دے تاکہ یہ تصدیق جہیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے
 قرب و رضا کے دربار پُر انوار میں ہماری رسائی ہو جائے۔
 آمین یا رب العلمین

حزب الفقیر المفتقر الی اللہ العالی محمد عبد القادر واعظ -